سلسلۂ اشاعت مؤسسۂ نور ہدایت - ۱۷

آسرا

(حمد، نعت، نظمیں، منقبتیں، قصائد، سلام، قطعات اور مسدّس)

مصنفہٗ

تنویرؔ نگروری

ناشر

نور ہدایت فاؤنڈیشن

حسینیۂ حضرت غفران مآبؒ، چوک، لکھنؤ۔ ۳

فون: 0522-2252230 موبائل: 09335996808

e-mail: noorehidayat@gmail.com + yahoo.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب: آسرا

مصنف: تنویر نقوی تنویرؔ نگروری ابن جناب سید محمد مہدی نقوی مرحوم

(e-mail:tanveer_naqavi–@yahoo.com Mob: 09336428039)

تعداد اشاعت: ۱۰۰۰

تاریخ اشاعت: ۱۵/ جمادی الاوّل ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۰/ مئی ۲۰۰۹ء

قیمت: 125/-

مطبع: نظامی پریس، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ۔ ۳

کمپوزنگ: آئیڈیل کمپیوٹرس پوائنٹ، پاٹا نالہ، چوک، لکھنؤ۔ ۳
(Mob: 9935025599)

ناشر: نورِ ہدایت فاؤنڈیشن

حسینیۂ حضرت غفران مآبؒ، چوک، لکھنؤ۔ ۳

ملنے کے پتے

۱۔ نورِ ہدایت بک ڈپو، حسینیۂ غفران مآبؒ، چوک، لکھنؤ۔ ۳

۲۔ رضوی پرنٹرس، شاپ نمبر ۴، وکرم ہوٹل، ناظر پورہ، بہرائچ

عرض ناشر

'آسرا' نورہدایت فاؤنڈیشن کی کتابی شکل میں سترہویں فخریہ پیشکش ہے اس مجموعہ میں **تنویرؔ نگروری** صاحب کے اصلاحی، منقبتی اور تبلیغی اشعار حمد، نعت، قطعات، منقبت، قصائد اور نوحوں کی شکل میں شائع ہورہے ہیں اس کے علاوہ اس مجموعے میں موصوف کے دو عدد مسدّس بھی شامل ہیں جو پیغامِ عمل پہنچانے میں بہترین مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔

وقت اور صفحات کی کمی کوملحوظ رکھتے ہوئے تنویرؔ صاحب کے کلام پر تبصرہ فرمانے کا کام اہل نظر اور قدرداں حضرات کے لئے چھوڑا جارہا ہے اس امید کے ساتھ کہ آپ اس خدمت کو بھی گذشتہ خدمتوں کی طرح قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور تنویرؔ صاحب کو دعائیں دیں گے۔

دعا ہے کہ خداوند عالم بطفیل محمدؐ وآل محمدؐ تنویرؔ نگروری صاحب کو مزید توفیق مرحمت فرمائے تاکہ ان کا اور بھی کلام آپ تک پہنچ کر آپ کے ذوق مطالعہ اور ذوق ادب کو تسکین پہنچائے۔آمین

۱۵/جمادی الاول ۱۴۳۰ھ
مطابق
۱۰/مئی ۲۰۰۹ء، اتوار

نورہدایت فاؤنڈیشن
حسینیہ حضرت غفران مآبؒ مولانا کلب حسین روڈ
چوک، لکھنؤ-۳

قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب کے قلم سے

زیر نظر مجموعہ ''**آسرا**'' جو جناب **تنویر نقوی** صاحب نگروری کی ''**فغان کربلا**'' کے بعد دوسری کاوش ہے اِس کی اشاعت **نور ہدایت فاؤنڈیشن**، حسینیہ حضرت غفرانمآبؒ، لکھنؤ سے ہورہی ہے۔

یہ مجموعہ شاعر کے جذبات ومحسوسات کا نتیجہ ہے۔**تنویر نگروری** صاحب کس پائے کے شاعر ہیں اس کا اندازہ ان کے کلام سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔عدیم الفرصتی کی بنا پر موصوف کے مجموعہ کو دقّتِ نظر سے تو نہ پڑھ سکا البتہ اس پر سرسری نگاہ کرتے وقت ان کی صلاحیتوں کے نقوش دیکھنے کو ملے۔

تنویر نگروری صاحب خوش فکر وخوش عقیدہ نوجوان شاعر ہیں۔خوشی کی بات یہ ہے کہ موصوف شاعری کو پیشہ نہیں بلکہ عبادت سمجھ کر انجام دیتے ہیں۔موصوف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کرتے وقت معنویت کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ان کے لہجے میں شگفتگی اور شائستگی کا پاس ولحاظ عام باتوں میں بھی معنوی جہتیں پیدا کر دیتا ہے۔اچھے اشعار کی خوبی یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ سادہ، اصلیت پر مبنی اور جوش وجذبہ سے بھرے ہوں۔الحمدللہ کہ موصوف کی شاعری بھی اِن خصوصیات سے خالی نہیں ہے۔

موصوف کے حق میں منعم حقیقی نے جو خصوصی نعمت عطا کی ہے وہ محمدؐ وآل محمدؐ کی مدح سرائی ہے جس نے ان کی شاعری کو دوآتشہ بنادیا ہے۔حمد، نعت، نظمیں، مناقب، سلام، قطعات، مسدس اور نوحوں پر مشتمل مجموعہ ''**آسرا**'' منظر عام پر آرہا ہے قارئین اس کی پذیرائی

کر کے شاعر کی بہترین کوششوں کی قدردانی کریں۔

دعا ہے کہ خداوند عالم بطفیل محمدؐ وآل محمدؐ **تنویر نگروری** صاحب کی اس خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے۔آمین

سید کلب جواد نقوی عفی عنہ

(جنرل سکریٹری مجلس علمائے ہند)

یاالٰہی یہ آسرا کیا ھے

ایک دیدہ زیبی کا نمونہ۔۔۔۔۔۔ایک خوشنمائی کا آسرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک کھلا کھلا باغ باغ چہرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جس میں نسیم تبسم اٹھ کھیلیاں کرتی ہوئی، بشاشت مچلتی ہوئی ۔۔۔ جہاں آنکھوں کے جھرنوں سے چمکتی جھلکتی مودب سی شوخی۔۔۔۔۔۔لیکن اپنے پورے وجود کو سمیٹے ہوئے ایک نمودار جواں۔۔۔۔۔!

یہ تھی حسینۂ غفرآں مآب، لکھنؤ کے نواح میں ایک طائرانہ سی زیارت جو جلد ہی ایک سرسری سی تعارفی ملاقات میں بدل گئی۔ تعارف ہوا، یہ ہیں تذہیبؔ صاحب نگروری کے بڑے بھائی تنویرؔ صاحب یعنی میرے ذہن کے کمپیوٹر میں وہ تذہیبؔ صاحب سلمہٗ سے موخر ہو گئے۔ (انہیں دل چھوٹا کرنے کی قطعی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ایک چھوٹے موٹے بودے ذہن کی بات ہے جو اب تک یہ نہیں سمجھ پایا کہ حسینؑ محمدؐ سے ہیں یا محمدؐ حسینؑ سے۔) خیر سے یہ طفلانہ سرسری ملاقات کہیں آگے بڑھتی گئی، اپنے ابعاد بڑھاتی گئی، اپنے جہات کی پختگی بڑھاتی گئی۔ جیسے جیسے وہ مجھ جیسے تنگ مطالعہ کے (ان پڑھ جیسے) محدود و تنگ مطالعہ میں آتے رہے، ویسے ویسے اپنی شاعری کی دھاک جماتے رہے۔ لیکن خدا جھوٹ نہ بلائے اپنے پہلے تاثر میں، جو کہتے ہیں آخری ثابت ہوتا ہے، وہ کسی طرح ایسے نہ لگے جس سے شاعری کی کچھ بھی بھنک یا مہک ملتی۔ بعد میں اس پہلے تاثر میں بے تحاشہ زبردست انقلاب آ گیا۔ اسی برجستہ و برمحل انقلاب نے ثابت کر دکھایا کہ ان کے خمیر میں اودھ کی نمایاں ترین وراثت شاعری کا نمو خیز، پرنمود وجود بھی ہے۔ اودھ کی شاعری تو اس ذہنیت ے

کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے

کے برخلاف اتنی عزیز کی گئی کہ اس کی ''عزیز مصر معانی'' والی قابلِ رشک حیثیت پوری طرح اجاگر ہو گئی۔ پھر تو شاعری نہ صرف ذریعۂ عزت بلکہ نازشِ تہذیب و تمدن بن کر ابھری۔ آج بھی دم توڑتی زبان کے زمانہ میں بھی شاعری کا جادو۔ سر چڑھ کے ہی بولتا ہے۔

خود تنویرؔ پر بھی اس شاعری کا جادو چل گیا۔ کچھ بھی ہو، وہ بچپن سے اس کی چپیٹ میں آ گئے۔ لیکن ان کی فاضل طینت، خوبو نے جادو کو جادو نہ ہونے دیا، اسے اڑان چھو کر دیا بلکہ اعجاز کے جنت نشاں گلشن میں پہنچا دیا۔ پھر کیا تھا! اس پاک و پاکیزہ فضا میں ان کی شاعری پھولنے پھلنے لگی اور ان کا طوطی چہکنے لگا۔ اسی گلشن کی گل چینی کا اچھا ''آسرا'' بھی نکل آیا، چمک نکلا، مہک نکلا، چہک نکلا۔

اچھا! آسرا اچھا نکلا۔ اچھا کیوں نہ ہو، ان کے شاہدِ ناز شاعری کا آسرا جو ٹھہرا۔ اب ان کے نیاز کی جلوہ آرائی کی داد دیجئے، ان کے جذبہ جمال آفریں کی تحسین کیجئے، ان کے کمال کا مشاہدہ کیجئے، انہوں نے تو بے تکلف اپنے شاہد خاص کا جلوہ عام کر دیا۔ چشم بد دور۔ اب آپ اپنے ہی ہاتھ سے اپنی انگلیاں کاٹیں تو کاٹیں، کچھ غلط سوچ بھی نہیں سکتے کیونکہ ان کا آسرا چادرِ ''اِنَّمَا یُرِیْد'' سے ملتا ہے (جہاں ناپاک خیال پر نہیں مار سکتا۔) اور ''**آسرا**'' کے پراسرار جلوہ آرا سے سرا جوڑتا ہے (جہاں سرِ کروبیاں بھی پر سمیٹ لے)۔

جی، یہ زمان و مکان کو ناپتا آسرا قیامت کا آسرا ہے۔ دنیا کا، آخرت کا آسرا ہے۔

اجی! یہ آسرا تو ان کے خلوص شاعری کی نماز ولا کی بانگ درا ہے۔ ذرا دھیان دیں، آپ کے بھی ذوقِ ادب اور جذب ولا کو عام دعوت شرکت ہے۔ یہ آسرا آپ کے ذوق کا بھی آسرا ہے۔

امید ہے آپ جیسے اہلِ نظر چاہے ذوقؔ کے مدح سرا ہوں یا غالبؔ کے طرفدار ہوں یا مومنؔ کے طرحدار مومن ہوں، ''**آسرا**'' کو ذرہ بھر بھی ناقدری یا بے اعتنائی کا

احساس نہ ہونے دیں گے۔

ویسے سوچ لیجئے تنویرؔ سے بے التفاتی تیرگی کو گلے لگانا ہی ہے۔ آگے آپ جانیں اور آسرا۔ آپ سمجھیں اور تنویرؔ۔

م۔ر۔ عابد

۱۰/ ربیع الثانیہ ۱۴۳۰ھ

مقبرہ عالیہ، گولہ گنج لکھنؤ

"منظور هے گزارشِ احوالِ واقعی"

احقر ۶/ مئی ۱۹۶۹ء کو ہندوستان کے صوبۂ اتر پردیش کے ضلع بہرائچ کے ایک ادب دوست گاؤں نگرور میں پیدا ہوا میرے والد سید **محمد مہدی نقوی** مرحوم خود بھی ایک علم دوست اور ادب نواز شخص تھے میری پرورش بڑے خوش گوار ماحول میں ہو رہی تھی کہ میری عمر ابھی نو سال کے ہوتے ہوتے ۲۲/ مئی ۱۹۷۸ء دوشنبہ کو مجھے شفقت پدری سے محروم ہونا پڑا۔ شاید میں نے غلط کہا کہ "شفقتِ پدری سے محروم ہونا پڑا" کیونکہ میرے چچا **محمد عسکری نقوی** مرحوم اور میری چچی جن کے کوئی اولاد نہ تھی انہوں نے والدِ مرحوم کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی مجھے اِس محرومی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ ان کی محبتوں اور شفقتوں کے سائے میں تعلیم و تربیت کا سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ چند برس بعد ہی میرے مشفق چچا بھی کینسر جیسے مہلک مرض میں مبتلا ہو کر ۹/ جون ۱۹۸۷ء سہ شنبہ کو ہم سب سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے اُس روز مجھے پہلی بار اپنی یتیمی کا احساس ہوا۔ میرے چھوٹے بھائی، بہن، ماں، پھوپھی، چچی سبھی کی ذمّہ داریاں اب میرے کاندھوں پر آ گئیں۔

بچپن ہی سے محافل و مجالس میں پیش خوانی کے طور پر رباعیات و قطعات وغیرہ پڑھتا رہتا تھا طبیعت میں موزونیت پیدا ہوتی گئی۔ شعر و ادب کا ذوق و شوق دل و دماغ میں کروٹیں لینے لگا دھیرے دھیرے لفظوں کو جوڑ کر مصرعے اور مصرعوں کو جوڑ کر شعر کی شکل دینے لگا۔ اب بزرگوں اور عزیزوں کی حوصلہ افزائیوں کے سائے میں میری شاعری پروان چڑھنے لگی۔ یہ سلسلہ تقریباً پانچ برس تک یونہی چلتا رہا۔ اب میں شہر کی ادبی نشستوں اور محافل و مجالس میں باقاعدہ طور پر اپنے کلام پڑھنے لگا تھا۔ مگر ابھی تک میرا کوئی استاد نہیں تھا اور شاید اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ میں نے جس عہد میں شاعری کا آغاز کیا تھا کم سے کم میری

نظر میں تو اس وقت پورے بہرائچ میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کے سامنے میں زانوئے ادب تہہ کر سکتا۔ میری شروع کے پانچ برس کی شاعری بغیر کسی استاد کے ہوتی رہی اسی درمیان شہر کے امامِ جمعہ مولانا سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیفؔ جائسی صاحب سے ملاقات ہوئی اس وقت تک ان کے علم و ادب اور شعر و سخن کا ڈنکا پورے شہر میں بج چکا تھا۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ میرے کلام کو دیکھ لیا کریں۔ موصوف نے درخواست قبول کر لی اور یہ سلسلہ تقریباً چار پانچ برس تک چلتا رہا اتنے دنوں میں میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا پھر انہوں نے مجھے یہ کہہ کر اختیار دے دیا کہ اب تم بغیر دکھائے اپنا کلام پڑھ سکتے ہو۔

میرے آغازِ شاعری سے اب تک نگرور کی معزز ترین، باوقار اور دانش مند شخصیت عزیزِ محترم عالی جناب **سید علی مطہر جعفری صاحب** (سرپرست ادارۂ پیغامِ حسینی، نگرور) نے ہر ہر قدم پر میری حوصلہ افزائی فرمائی ان کے علاوہ بزرگوں میں سیّد ضرغام حسین جعفری صاحب مرحوم، نصرت حسین صاحب مرحوم، ماسٹر ہاشم رضا زیدی صاحب مرحوم اور محترم فائق حسین جعفری صاحب کی دعاؤں، شفقتوں، حوصلہ افزائیوں اور تنقیدوں نے میری شاعری کو جلا بخشی۔ میرے جن دوستوں نے میرے شعری سفر میں بہت ساتھ دیا ان میں جاوید جعفری، ندیم رضوی، عبّاس حیدر ''کامل''، سلمان نیرؔ، راشد راہیؔ اور ڈاکٹر مقبول حیدر جعفری ''اطہر'' ہیں۔ یہ وہ دوست ہیں جو اکثر مجھ سے نئے کلام کی فرمائش کرتے رہتے اور نیا کلام کہلاتے رہتے تھے۔ اس مجموعے سے پہلے بھی ادارۂ پیغامِ حسینی، نگرور کی جانب سے میرا ایک تبلیغی مسدّس ''**فغانِ کربلا**'' کے عنوان سے یکم محرّم ۱۴۲۶ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ وہ مسدّس اِس مجموعہ میں شامل نہیں ہے۔ حالانکہ اِس مجموعے کے بعض سلام، قطعات، منقبتیں اور مسدّس ہندوستان کے مختلف اخبارات اور رسائل میں شائع ہو چکے ہیں، اس مجموعہ میں شامل بعض نوحوں کی C.D بھی محرّم ۱۴۲۹ھ میں ''زہراؑ کی امانت'' کے عنوان سے نشر ہو چکی ہے۔ اس مجموعے میں موجود بہت سے ایسے سلام اور نوحے بھی ہیں جو مختلف شہروں کی ماتمی انجمنیں مثلاً محبّانِ حسینؑ لکھنؤ، شامِ غریباں لکھنؤ، روحِ ایمان فیض آباد اور

نگرور کے نوحہ خوان حضرات بھی اکثر پڑھتے رہتے ہیں۔

شائد یہ مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں نہ ہوتا اگر اس کی اشاعت میں عزیزِ محترم انجینیر جناب سراج نیّر صاحب، بہرائچ کا خصوصی تعاون شامل نہ ہوتا ان کے علاوہ میرے دوست ندیم رضوی اور انجینیر عباس حیدر 'کامل' کا بھی تعاون شکریہ کا مستحق ہے۔ میں شکر گذار ہوں بالخصوص قائدِ ملّت مولانا سید کلبِ جواد نقوی صاحب کے اشاعتی و تبلیغی ادارے **نورِ ہدایت فاؤنڈیشن** کا جس نے اِس مجموعہ کی اشاعت کی ذمہ داریاں اٹھائیں۔ نورِ ہدایت کے کمپیوٹر آپریٹر سید محمد عباس رضوی مظفر پوری کا بھی شکریہ جنہوں نے اپنی تمام مصروفیتوں کے باوجود مجموعہ کی کمپوزنگ کی۔ میں ان تمام لوگوں کے ساتھ ساتھ اگر اپنے عزیزی برادر **تذہیبؔ نگروری** کا ذکر نہ کروں تو شاید یہ بڑی ناانصافی ہوگی کیونکہ اس مجموعہ کو ترتیب، پروف ریڈنگ اور پریس کے مراحل سے گذار کر مجموعہ کی شکل میں لانا انہی کا کام تھا۔

میں دعا گو ہوں بارگاہِ رب العزّت میں کہ وہ ان تمام لوگوں کی توفیقات میں بطفیل محمدؐ و آلِ محمدؐ مزید اضافہ فرمائے۔

''**آسرا**'' کے بعد میری غزلوں کا دیوان ''**الغزل**'' زیرِ طباعت ہے جس میں غزلوں کے علاوہ شخصیاتی نظمیں، علماء، ادباء اور شعراء کی تاریخہائے وفات وغیرہ شامل ہیں۔ طالب دعا ہوں کہ وہ مجموعہ بھی جلد از جلد آپ کے ہاتھوں تک پہنچ سکے۔

آخر میں ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جن کی بے موقع و بے محل تنقید و تنقیص نے میری شاعری کو مزید جلا بخشی۔

والسلام

تنویر نقوی، تنویرؔ نگروری

۱۵/جمادی الاول ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۰/مئی ۲۰۰۹ء بروز اتوار

روزِ ولادتِ امامِ زین العابدین علیہ السلام

باب الفضائل

{حمد، نعت، نظمیں، منقبتیں، سلام، قطعات اور مسدّس}

خلد میں ہر بیت پر ایک بیت کا وعدہ ہے جو
میں لگائے ہوں تبھی تو آسرا سے آسرا

تنویر نگروری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باریٔ تعالیٰ

منہ سے یہ نیک کام لیتا ہوں
اے خدا تیرا نام لیتا ہوں

ذرے ذرے کا خالق و مالک
تو زمانے کا رازق و مالک

مجھ سے ادنیٰ نے دیکھ کر دنیا
تیری وحدت کو سوچ کر سمجھا

تونے بھیجے رسولؐ سب کے لئے
تیرے اچھے اصول سب کے لئے

چودہ (۱۴) معصوم شاہکار ترے
اور بہتر (۷۲) پیام دار ترے

ہے ترے حکم سے وجود مرا
ورنہ تنویرؔ کا تصور کیا

دیدہ شاہد ہے دل بھی شاہد ہے
تو یقیناً خدائے واحد ہے

نعت

حضرت محمد مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

نور جب عالم انوار سے باہر نکلا
دم اندھیروں کا تن تار سے باہر نکلا

لب اغیار سے صادق کا لقب ملنے لگا
خلق جب پیکر کردار سے باہر نکلا

وصف ایثار و وفا میں وہ خدا لگنے لگا
اک بشر جب حدِ ایثار سے باہر نکلا

اپنے دشمن کی صدا پر بھی وہ دروازہ پر
جب بھی نکلا، تو بڑے پیار سے باہر نکلا

الفتِ قربیٰ ہوئی اجر رسالت جب تو
دینِ حق درہم و دینار سے باہر نکلا

حلقۂ آل محمدؐ میں ہے محفوظ اسلام
دین کب اس خطِ پرکار سے باہر نکلا

لعنتیں بن گئیں تا حشر مقدر اس کا
جو بگڑ کر ترے دربار سے باہر نکلا

عقل و منطق کی بدولت جو ہوا احمدؐ کا
ہاں وہی جہل کے سنسار سے باہر نکلا

غُل عرب بھر میں ہے، لو لے کے حکیمانہ نظام
اک حکیم آج ابھی غار سے باہر نکلا

وقت کو ہوش ذرا بھی نہیں وقتِ معراج
کیا کوئی قبضۂ رفتار سے باہر نکلا

لے کے قرآنِ عمل کہتی ہے تقدیرِ حرم
در کے بدلے کوئی دیوار سے باہر نکلا

ان کے قدموں پہ نچھاور ہے متاعِ ادراک
آج میں سرحدِ افکار سے باہر نکلا

عوضِ نفس لئے حبِّ نبیؐ میں تنویرؔ
مسکراتا ہوا بازار سے باہر نکلا

★★★

نعت

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبیؐ کا نام لب پر آنا اور خوشبو بکھر جانا
مرے اس قول کو بس اہل دل نے معتبر جانا

مدینہ بعدِ کعبہ میرا جانا بس کچھ ایسا ہے
پرندوں کا بوقتِ شام جیسے اپنے گھر جانا

بہت نعتِ نبیؐ لکھی گئیں ہیں آج تک لیکن
ابو طالبؑ سے پہلے کب کسی نے یہ ہنر جانا

زمین و آسماں کی خود فضیلت میں اضافہ ہے
کسی کا کعبہ میں آنا، کسی کا عرش پر جانا

مودت بوذریؑ لازم ہے، مرجائے کہیں کوئی
شرف اس میں نہیں، پہلو میں پیغمبرؐ کے مرجانا

نبیؐ کے در پہ اپنا دین و دنیا سب سلامت ہے
ہمیں اچھا نہیں لگتا اِدھر جانا اُدھر جانا

وہ سب ہیں نقش پا، میرے نبیؐ کے عرشِ اعظم پر
ستارے جس کو سب سمجھے، جسے شمس و قمر جانا

بشر کی منزلت کا اس سے اندازہ لگا لیجئے
ملک کا اک حدِ امکاں پہ جانا اور ٹھہر جانا

نبیؐ ہم جیسے تھے تنویرؔ، جو کہتا ہے، کافر ہے
بشر ہم نے بھی جانا، ہاں مگر مثلِ بشر جانا

قطعہ

زندگی کا جس کی لمحہ لمحہ اک معراج ہے
اس کی اک معراج پر ایسی بھی کیا حیرت کی بات
کون محو گفتگو معراج پر احمدؐ سے ہے
غیب ہی میں رہنے دو تنویرؔ یہ غیبت کی بات

نعت

اسے نبیؐ کی رسالت سمجھ میں آئے گی
جسے ضرورت رحمت سمجھ میں آئے گی

نبیؐ کے ہاتھوں پہ کنکریاں کلمہ پڑھنے لگیں
تبھی تو دنیا کو قدرت سمجھ میں آئے گی

مسلماں صورت احمدؐ میں محو ہیں اب تک
نہ جانے کب انہیں سیرت سمجھ میں آئے گی

فقط رسولؐ کا کردار دیکھتے جاؤ
خدا کی کیا ہے اطاعت، سمجھ میں آئے گی

ہر اک عمل پہ نبیؐ کے کرو گے غور تبھی
حقیقی شانِ عبادت سمجھ میں آئے گی

سنہری جالی سے روضے کے سبز گنبد سے
کسے نبیؐ کی فضیلت سمجھ میں آئے گی

زبانی دعوے کا مفہوم کچھ نہیں تنویرؔ
عمل کرو تو محبت سمجھ میں آئے گی

معراج

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو کچھ قرآں نے بتلایا اسی کو ہم بجا سمجھے
اسی میں بہتری اپنی اسی میں فائدا سمجھے

ہے جو کچھ سامنے اتنا ہی بس یہ آئینا سمجھے
ہے کس کے دل کے اندر کیا بھلا آئینہ کیا سمجھے

ستارے، چاند، سورج، عرش پر جو جگمگاتے ہیں
بہت کچھ ہم اگر سمجھے تو تیرا نقشِ پا سمجھے

مسلماں معجزہ کہہ کر رکا، اہلِ خرد بڑھ کر
صدائے ''اُدْنُ مِنِّی'' کو پیامِ ارتقا سمجھے

ٹھہر جانا ملک کا ، اور بشر کا آگے بڑھ جانا
''شب معراج انساں کا فرشتے مرتبا سمجھے''

نہ جو قرآں کے سمجھانے پہ سمجھے، میں تو کہتا ہوں
کہ اُن معراجِ جسمانی کے منکر کو خدا سمجھے

مسلماں چاہتا ہے گر ادا اَجرِ رسالت ہو
تو اس کو چاہئے، ہیں کون ان کے اقربا، سمجھے

خدا جانے نبیؐ جانے ، نبیؐ کا یا وصیؑ جانے
سوا ان کے کوئی معراج کا کیا فلسفا سمجھے

یہ محفل ہے منوّر ذکرِ معراجِ محمدؐ سے
مری اس بات کو سمجھے تو بس ، اہلِ ولا سمجھے

جزائے مدحتِ آل تِ تِ پیمبرؐ اور ہی کچھ ہے
فقط جنّت ہی کب تنویرؔ مدحت کا صلا سمجھے

قطعہ

نظر میں جس کی ہے معراج داستاں کی طرح
حقیقتیں بھی ہیں اس کے لئے گماں کی طرح
کچھ عظمتوں میں اضافہ نہ کر گئی معراج
مرا نبیؐ تھا زمیں پر بھی آسماں کی طرح

قطعہ

ہو مبارک تم کو دنیائے ترقی ہاں مگر
چاند تاروں سے ہے آگے راستہ معراج کا
فرق کیا ہے عام انسانوں میں اور معصومؑ میں
آج تک بتلارہا ہے فاصلہ معراج کا

قطعہ

طور پر موسی کو جلوہ دیکھ کر غش آگیا
رو بہ رو کوئی نہیں اک نور سا چمکا ہے بس
دیکھو معراج محمدؐ میں خدا سے قربتیں
صرف کہنے کے لئے ہلکا سا اک پردہ ہے بس

★★★

معراج

پریشاں تھا میں کیا لکھوں الٰہی کیسے کیا ہوگا
ندا آئی ذرا ٹھہرو ابھی اک معجزا ہوگا

اٹھا کاغذ قلم اے مدح خواں اور بیٹھ جا لکھنے
مسلسل، دیکھنا اشعار کا اک سلسلا ہوگا

جھلکتا جام جب ہوگا مہکتا میکدا ہوگا
بتا اے ساقیا اس مئے میں پھر کتنا مزا ہوگا

شب معراج میں اتنا تو حق حاصل ہے کہنے کا
یقینا آئینہ کے سامنے اک آئینا ہوگا

نبیؐ لہجہ سے بھی واقف انگوٹھی جانی پہچانی
خدا جانے شبِ معراج میں کیا فلسفا ہوگا

اگر سائنس میں قوت ہو اتنی دیکھ لے جا کر
بشر کا آج بھی عرش بریں پر نقش پا ہوگا

تمہیں تنویرؔ کیا روکیں فرشتے باب جنّت کے
تمہارے واسطے جنّت کا دروازہ کھلا ہوگا

معراج

خدا سے بندے کی یہ قرابت، بشر کو معراج ہو رہی ہے
ملائکہ بھی ہیں محوِ حیرت، بشر کو معراج ہو رہی ہے

مصلّے پر آ رہا ہے مومن، بقصدِ سجدہ حضورِ خالق
پکارتی ہے ادھر شریعت، بشر کو معراج ہو رہی ہے

مقام سدرہ پہ پر سمیٹے، کھڑے ہیں جبریلؑ سر جھکائے
اور آ رہی ہے ندائے غیبت، بشر کو معراج ہو رہی ہے

ہوا تھا حکم خدا کا منکر، ضلالتوں میں گھرا ہے شیطاں
خدا کی بندے پہ یہ عنایت، بشر کو معراج ہو رہی ہے

تھمی ہوئی وقت کی ہیں نبضیں، فضائیں گم سم، ہوائیں ساکت
تراب کو آج ہے مسرت، بشر کو معراج ہو رہی ہے

کریں نہ کیوں خود پہ رشک آدم، بجا ہے نازاں اگر ہیں خود پر
یہ اللہ اللہ عروجِ قسمت، بشر کو معراج ہو رہی ہے

ہزار شمس و قمر نچھاور، وہ نور باری ہے لامکاں میں
بڑھی ہے عرش علیٰ کی زینت، بشر کو معراج ہو رہی ہے

کسی کی تنویرؔ کیا خطا ہے، مسلماں اپنا گریباں جھانکے
کرے تو خود سے کرے شکایت، بشر کو معراج ہو رہی ہے

قطعہ

در احمدؐ نہ ہوتا گر تو پروانے کہاں جاتے
تلاشِ روشنی میں ہم خدا جانے کہاں جاتے
اگر دھرتی پہ جلوہ گر نہ ہوتے سیدِ عالمؐ
تو بہرِ درس دنیا بھر کے فرزانے کہاں جاتے

قطعہ

ہمیں ہے درسِ رفتارِ پیمبرؐ
ابھی پرواز میں بیحد کمی ہے
بلند ہونا ترقی ہے تمہاری
یہی آواز معراجِ نبیؐ ہے

ضرورتِ نبوّت

خدا رحیم بھی، رحمٰن بھی، کریم بھی ہے
کمالِ علم کا خالق بھی ہے، علیم بھی ہے

نبوّتوں کی ضرورت خدا سمجھتا تھا
جو آدمی کی ہے عادت خدا سمجھتا تھا

بغیر ہادی نہ انسانیت کو عام کیا
خدا نے پہلے ہدایت کا انتظام کیا

نبی نہ ہوتے جو آدمؑ تو آدمی کا وجود
بشر کی شکل میں حیوانیت کا ہوتا نمود

برائیاں بھی سب اچھائیاں نظر آتیں
اجالے ہوتے پہ تاریکیاں نظر آتیں

خدا کا کوئی تصوّر نہ رہ گیا ہوتا
جو ہوتا وقت کا سلطاں وہی خدا ہوتا

نبوّتوں کا یہ احساں ہے وہ جو انساں ہے
وگرنہ آدمی شکلِ بشر میں شیطاں ہے

جو آیا شمع ہدایت لئے ہوئے آیا
مرے رسولؐ کی بیعت کئے ہوئے آیا

نبوّتوں کی ضرورت اشد ضرورت تھی
وگرنہ قبضۂ شیطاں میں آدمیّت تھی

معجزہ اور اسکے شرائط

عجیب بحث چھڑی ہے کہ معجزہ کیا ہے / یہ لفظ عجز سے مشتق ہے پوچھتا کیا ہے

جہاں پہ ہوتا ہے عاجز یہ ذہن انسانی / وہاں سے دیکھی حدِ ابتدائے رحمانی

یہ ہے صفات الٰہی کی اک نمایاں صفت / یہی صفت بشریت کو دیتی ہے دعوت

جھکا کے سجدۂ خالق میں سر بشر اپنا / بلند سارے زمانے میں کرلے سر اپنا

یہ آسمان، زمیں، چاند، تارے یہ سورج / کسی میں ذرہ برابر نہ کوئی نقص نہ کج

یہ کوہسار، یہ دریا، یہ خوشنما صحرا / جو کچھ ہے کون ومکاں میں ہے معجزاتِ خدا

خدا نے اپنوں کو اپنی صفت عطا کردی / مگر صفت کی وضاحت بھی سب پہ وا کردی

نبیؐ، رسولؐ، آئمہؑ ہیں سب کے سب معصوم / یہی تو جانتے ہیں معجزات کے مفہوم

یہ معجزات کا سارا مآل جانتے ہیں / یہ اپنے بعد کے لوگوں کا حال جانتے ہیں

خدا نے حکم دیا ان کے پاس تم جاؤ / وہ معجزہ کے ہوں طالب تو ان کو دکھلاؤ

یہ سب سے پہلا نبوّت کا کام کرنا ہے / خدا ہے واحد و یکتا یہ عام کرنا ہے

مخالفین نے جب رہبری قبول نہ کی / اور انبیاؑء کی نبوت پہ آنچ آنے لگی

سبھی نے قوموں کو اپنی دکھائے پھر اعجاز / جو منکرین تھے کہنے لگے بیک آواز

کہ میرے سحر سے اعجاز کا تقابل کیا / یہ میرا ذاتی عمل اور وہ معجزات خدا

ہر اک نبیؐ کا کیا ان کی قوم نے اقرار / وہ چاہ کر نہ نبوت کا کر سکے انکار

نبوتوں کا محافظ یہ معجزہ ٹھہرا
یا صاف کہہ دوں کہ عصمت کا آئینہ ٹھہرا

ہوں معجزے کے شرائط بھلا کسے معلوم
رہے خموش جو قرآن چپ رہیں معصومؑ

امام جعفر صادقؑ نے ہم کو بتلایا
کہ معجزہ کے شرائط ہیں کتنے اور کیا کیا

ہے معجزہ وہ صفت سب کو جو نہیں ملتی
تھے مستحق جو نگاہِ خدا میں ان کو دی

یہ معجزہ حق و باطل میں فرق کرتا ہے
جو جھوٹا ہے وہ مقابل میں آتے ڈرتا ہے

یہ لازمی ہے کہ معجز نما ہو پیشِ نظر
مرے نبیؐ کا وہ اعجاز جیسے شقِ قمر

جو معجزہ کرے معصوم دیکھیں خاص و عام
نہ قید مذہب و ملت ہو اور نہ قید دوام

مگر اے عظمت قرآن تیرا کیا کہنا
تو معجزات الٰہی میں شاہکار خدا

یہ معجزہ نہ کسی طرح ہو سکا محدود
ازل سے تھا تو ابد تک رہے گا اس کا وجود

نہ جس میں صاحبِ اعجاز ہو نہ ذہن عاجز
وہ جو بھی کچھ ہو مگر معجزہ نہیں ہرگز

ہیں معجزات کی تعریفیں کیا شرائط کیا
بقدر علم کیا نظم مجھ سے جتنا ہوا

خدایا ادنیٰ سا تنویرؔ کا یہ نذرانا
تو بارگاہ میں اپنی قبول فرمانا

انبیاؑء کا اسلوبِ ہدایت

انبیاؑ کی تھیں یہ خوش اسلوبیاں
آج ہے دینِ خدا جو کامراں

ظالموں کے اپنے جبرو ظلم و جور
انبیاؑ کے اپنے مظلومانہ طور

حق بیانی سے بھی یہ رو کے گئے
آتشِ نمرود میں ڈالے گئے

یہ رسولوںؑ کا تھا طرزِ زندگی
راہ میں کانٹے بچھے ، اف بھی نہ کی

کیا ہو اسلوبِ ہدایت کا بیاں
نرم لہجہ، بااثر شیریں زباں

انبیاؑ کے بس یہی پیغام تھے
اور یہ پیغام کتنے عام تھے

دین حق کو لو، مگر کرکے یقیں
دین میں کوئی زبردستی نہیں

وہ مگر کارِ ہدایت کر چکے
حکم خالق کی اطاعت کر چکے

اب عمل اس پر ہمارا کام ہے
ابنیاؑ کا جو ہمیں پیغام ہے

اب ہمارا ہے یہ دور امتحاں
بڑھ گئیں ہیں ہم پہ ذمہ داریاں

باعمل خود بھی گزاریں زندگی
دوسروں کو بھی کریں امر و نہی

زندگی تنویرؔ خوش اسلوب ہو
اپنے کیا، غیروں کو بھی محبوب ہو

قصص الانبیاؑء

لطیفے ہیں، نہ فسانے ہیں انبیاؑء کے قصص
ہدایتوں کے خزانے ہیں انبیاؑء کے قصص

نہ صرف زینت قرآں ہیں انبیاؑء کے قصص
ہے دین جسم، تو یہ جاں ہیں انبیاؑء کے قصص

رہ عمل میں چراغاں ہیں انبیاؑء کے قصص
مثالِ نیّرِ تاباں ہیں انبیاؑء کے قصص

ہے سچ دروسِ مسلسل ہیں انبیاؑء کے قصص
یقین کیجئے مدلّل ہیں انبیاؑء کے قصص

شعور و عزم کے حاصل ہیں انبیاؑء کے قصص
عمل کے بحر کے ساحل ہیں انبیاؑء کے قصص

انہیں سے گلشن انسانیت میں آئی بہار
انہیں نے ظلم کی بستی کو کردیا مسمار

پڑھو تو غور سے تنویرؔ انبیاؑء کے قصص
سنوار دیتے ہیں تقدیر انبیاؑء کے قصص

پیغامِ سحر قرآں میں ہے

وعدہ ہے قرآن کا، ہر خشک و تر قرآں میں ہے
مسئلہ ہو کوئی،اس کا حل مگر قرآں میں ہے

ذکرِ ماضی بھی ہے اس میں حال کا بھی ذکر ہے
اور مستقبل میں کیا ہوگا، خبر قرآں میں ہے

ہوگیا جو دور اِس سے ہو گیا وہ شر پسند
زندگئ خیر جینے کا ہنر قرآں میں ہے

اِس میں شک جس کو ہے وہ کافر ہے قرآں کی قسم
حرف اک اک معتبر در معتبر قرآں میں ہے

اک محل جیسا تصور جب کیا قرآن کو
ایک اک سورہ لگے ہے جیسے در قرآں میں ہے

آیۂ قربیٰ اسی میں، آیۂ تطہیر بھی
ناسمجھ واعظ! ذرا سا غور کر قرآں میں ہے

آدمی کو پہلے انساں پھر مسلماں جو کرے
کب کسی میں ہے، مگر ایسا ہنر قرآں میں ہے

اور دینوں کے صحیفوں میں ملیں گی بندشیں
ہاں مگر آزادیٔ فکر و نظر قرآں میں ہے

بس کلام اللہ پر کامل یقیں کی شرط ہے
ہر بلا کی ہر نحوست کی سپر قرآں میں ہے

جن کا اہلبیتؑ سے رشتہ نہیں ان کے لئے
آیت آیت واقعی اک دردِ سر قرآں میں ہے

اس کے ذہن و چشم میں ممکن نہیں ہے تیرگی
جس کا تارِ فکر اور تارِ نظر قرآں میں ہے

اے مسلماں! اب شبِ ظلمات سے باہر نکل
زندگی کا تیری پیغام سحر قرآں میں ہے

عرشِ اعظم کا سفر طے کرکے فرشِ خواب پر
آگیا لمحوں کے اندر اک بشر، قرآں میں ہے

مانگ لے قرآں سے بڑھ کر جو بھی خواہش ہو تری
دین و دنیا کے لئے کُل مال و زر قرآں میں ہے

جو عمل سے ساتھ ہے قرآن و اہلبیتؑ کے
بس اسی کی کامیابی کی خبر قرآں میں ہے

یہ قوانینِ الٰہی کی مکمل ہے کتاب
جو بھی کچھ تنویرؔ ہے المختصر قرآں میں ہے

★★★

قرآن واہلبیتؑ

قدرت کا شاہکار ہیں قرآن و اہلبیتؑ
اسلام کا وقار ہیں قرآن و اہلبیتؑ

جب کچھ نہ تھا زمین نہ تھی آسماں نہ تھا
آدمؑ کے بھی وجود کا کوئی نشاں نہ تھا

دریا نہ، تھے فضائیں نہ تھیں، زندگی نہ تھی
جس وقت نام موت سی شئے کوئی بھی نہ تھی

اُس وقت ساتھ ساتھ تھے قرآن و اہلبیتؑ
خود ایک کائنات تھے قرآن و اہلبیتؑ

چودہ معلمینؑ کتاب حیات ایک
اُن سب کے کام ایک صحیفہ کی بات ایک

قرآن ہے کتاب قوانین زندگی
اور اہل بیتؑ کشتئ دین محمدیؐ

سورج ہیں اہل بیتؑ تو قرآں ہے روشنی
ہیں اہل بیتؑ پھول تو قرآں ہے تازگی

قرآن روح، جسم اگر اہل بیتؑ ہیں
علم و عمل کاایک نگر اہل بیتؑ ہیں

یہ تھے ازل سے ساتھ ابد تک رہیں گے ساتھ
دریائے فیض دونوں برابر بہیں گے ساتھ

قرآن و اہل بیتؑ کی جب رہبری ہوئی
ہاں کامیاب دہر میں تب زندگی ہوئی

انسانیت کو ہے تو ضرورت انہیں کی ہے
اللہ کی طرف سے حکومت انہیں کی ہے

دونوں کو لے تو زیست بڑی خوشگوار ہے
تنویرؔ ورنہ تیرے مقدّر میں نار ہے

قطعہ

ان مسلمانوں سے بیشک ابوطالبؑ اچھے
جن کا تاریخ نے کردار چھپا رکھا ہے
گر چراغوں کو ہٹالوں میں ابوطالبؑ کے
پھر اندھیرے کے سوا دین میں‌کیا رکھا ہے

مربّیٔ پیمبر حضرت ابوطالبؑ

یاں مرا مدحتِ عمرانؑ کا سفر جاری ہے
اور اُدھر، خلد میں گھر بننے کی تیاری ہے

بن کے سردار جناں ، دے گئے حسنینؑ دلیل
ساری جنّت ابوطالبؑ کی زمیں داری ہے

چہرۂ منکرِ ایمانِ ابوطالبؑ کو
دیکھ کر لگتا ہے مہلک کوئی بیماری ہے

محسنِ دینِ خدا کو کہیں کافر ناداں
خود کے ایماں کا یہ عالم ہے ، کہ بازاری ہے

جو عزادارِ حسینؑ ابن علیؑ ہیں اُن کا
اصل مقصد ابوطالبؑ سے وفاداری ہے

بس رسالت کو بچانا تھا ابوطالبؑ کو
ورنہ اپنی کسے اولاد نہیں پیاری ہے

ذوالعشیرہ میں نمک کھا کے ابوطالبؑ کا
دشمنی رکھنا ہی کیا حقِ نمک خواری ہے

ایک سورج ابوطالبؑ کا ہے اب بھی روشن
ورنہ کیوں سلسلۂ صبح و مسا جاری ہے

کتنے احسان فراموش مسلماں نکلے
محسن دین محمدؐ سے ہی بیزاری ہے

گر نہ ہوتے ابوطالبؑ تو نہ ہوتا اسلام
سچ کے کہنے میں ہمیں کون سی دشواری ہے

خوب اشعار لکھے شان ابوطالبؑ میں
ایک اک شعر میں تنویرؔ کے فنکاری ہے

قطعہ

اُس کے ایماں پہ شک ارے توبہ
اپنے ایمان کی دعا کیجئے
کلِّ ایماں کا باپ اور کافر؟
جایئے ہوش کی دوا کیجئے

قطعہ

بے عمل صاحب ایمان نہیں ہوسکتا
حق نِگر منکرِ احسان نہیں ہوسکتا
جو مربّیٔ پیمبر کا ہے دشمن تنویرؔ
ایسا انسان مسلمان نہیں ہوسکتا

منقبت

ملیکۃ العرب حضرت خدیجہؑ

محسنہ دین کی دنیا کی ملیکا ہونا
کتنا دلکش ہے یہ سونے پہ سہاگا ہونا

زوجۂ ختم رُسُلؐ مادرِ زہراؑ ہونا
ہونا دیکھا، پہ نہ دیکھا کبھی ایسا ہونا

دیدہ و دل میں ہے انوار خدیجہؑ کا اثر
ہم نہیں جانتے کیا شئے ہے اندھیرا ہونا

صنفِ نسواں کو دیا درسِ ترقی تونے
تونے عورت کو سکھایا ہے ملیکا ہونا

تو نہیں چادر تطہیر کے نیچے، نہ سہی
کیا بھلا کم ہے شرف مادرِ زہراؑ ہونا

کچھ تو اسلام کی تاریخ میں ایسے بھی ہیں
جن کا دونوں ہی برابر ہے نہ ہونا، ہونا

تیری امداد کا احساں ہے کہ ناممکن ہے
کبھی اسلام کے ماتھے پہ پسینا ہونا

میں مسیحائی کا منکر نہیں عیسیٰ کی مگر
زیب دیتا ہے خدیجہؑ کو مسیحا ہونا

اب بھی ایثار کی تاریخ یہی کہتی ہے
کوئی آسان نہیں مثلِ خدیجہؑ ہونا

ایسے الجھے ہیں وہ ایمانِ ابوطالبؑ میں
جیسے قاضی کا ہو اندیشہ میں دُبلا ہونا

حُرؑ یہ کہتا ہوا نکلا تھا قفس سے باہر
ہم پہ زیبا نہیں پنجرے کا پرندا ہونا

مدحتِ آلِؑ خدیجہؑ ہے ضروری تنویر
ہاں مگر شرط ہے بالغ نظری کا ہونا

مدح فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

ذکرِ زہراؑ سے ہے یہ بزمِ مطہّر روشن
آج پھر فکر مری ہو گئی سب پر روشن

ہاں اسی ذات کو کہتے ہیں سب اُمُّ الحسنینؑ
خون سے جس کے ہوا دین پیمبرؐ روشن

ہم زمیں والوں کی کیا بات ، درِ زہراؑ پر
آسماں والے بھی کرتے ہیں مقدر روشن

گھر کی کیا بات ، اگر اور دکھا دے اعجاز
نورِ ایمان سے کرتی ہے مقدر روشن

تارہ آتا ہے تو کچھ فیض نہیں دے جاتا
بلکہ خود اپنا وہ کرتا ہے مقدّر روشن

اہل بیت نبوی کہتے ہیں ہم سب جس کو
اُن سے ہے نامِ خدا نام پیمبرؐ روشن

گھر کے دروازہ پہ لکھا ہے مرے نامِ علیؑ
اس لئے گھر مرا رہتا ہے برابر روشن

ایک سلمانؓ و ابوذرؓ ہی نہیں اے تنویرؔ
در پہ زہراؑ کے ہوئے کتنے مقدر روشن

مدح فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

فکر قاصر ہے ہماری اُس کی مدحت کے لئے
وجہ نازش ذات ہے جو ایک عورت کے لئے

ہے مقامِ فکر یہ اُس در کی عظمت کے لئے
روٹیاں جس در کی جائیں اہلِ جنّت کے لئے

کتنی پاکیزہ ہے وہ اک ذات قدرت کے لئے
جس کی قدرت خود ضمانت لے طہارت کے لئے

عظمتوں کا اک سمندر ہیں جنابِ فاطمہؑ
لفظ ہی ممکن نہیں ان کی فضیلت کے لئے

الفتِ زہراؑ ہر اک دل میں ہو ، ممکن ہی نہیں
چاہئے پاکیزہ دل ، ان کی محبت کے لئے

در بدر تنویرؔ میں بھٹکوں یہ ممکن ہی نہیں
یہ درِ زہراؑ ہے کافی اوجِ قسمت کے لئے

مدح فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

کیا کیا ہوئے ہیں زیست کے ساماں بتول سے
روشن ہے آج عالم امکاں بتول سے

کچھ یوں ہوئے ہیں کار نمایاں بتول سے
حیرت زدہ ہے چشم رسولاں بتول سے

قرآن پڑھتے وقت یہ احساس ہوتا ہے
جیسے ہو محوِ گفتگو قرآں بتول سے

تارے کا در پہ آنا ہے اس بات کا ثبوت
سب ہیں مہہ و نجوم درخشاں بتول سے

ہر دور کی ہوائے مخالف کے باوجود
شمع عمل ہے اب بھی فروزاں بتول سے

اسلام کے چمن کی نگہباں ہیں فاطمہؑ
مہکا ہوا ہے دیں کا گلستاں بتولؑ سے

قرآں میں بڑھ کے سورۂ کوثر نے دی صدا
''مقصد رسولؐ کا ہے نمایاں بتول سے''

دنیا کے کل مکاتبِ اسلام کے لئے
جاری ہے اب بھی مکتبِ عرفاں بتولؑ سے

میں معترف ہوں رفعت مریمؑ کا ہاں مگر
معراج تک ہے عظمت نسواں بتول سے

جیسے کوئی فقیر صدا روٹیوں کی دے
یوں لے گیا ہے مانگ کے رضواں ، بتول سے

آسان راہِ معرفتِ حق نہ تھی مگر
تنویرؔ کے لئے ہوئی آساں بتول سے

★★★

مدح فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

یہ ہے مدحت کا تقاضا بہرِ عنوانِ بتولؑ
نظم ہوں ایسی ہی لفظیں ہوں جو شایانِ بتولؑ

باپ کی ماں ہیں نبیؐ اُمّ ابیھا کہتے ہیں
یعنی جنت ہے نبیؐ کی زیرِ پایانِ بتولؑ

گھٹنیوں سیکھا ہے جس آنگن میں چلنا دین نے
اِس بھری دنیا میں ہے تنہا وہ ایوانِ بتولؑ

اتنی حیرت منکرو! معراج احمدؐ پر ہے کیوں
عرش پر لے جا رہے ہوں جب ملک نانِ بتولؑ

لہجۂ قرآنِ خالق اپنا لہجہ کرلیا
پڑھ لیا کچھ اس طرح فضہؑ نے قرآنِ بتولؑ

دین ریگستان کی صورت نظر آنے لگے
گر جدا اسلام سے کردو گلستانِ بتولؑ

کون ہے حق کا فدائی کون ہے باطل پسند
یہ کرے گی فیصلہ محشر میں میزانِ بتولؑ

روز محشر چادرِ زہراؑ کی وسعت دیکھنا
شامیانہ ہوگی جب بہر ثنا خوانِ بتولؑ

ذرّہ ذرّہ کربلا کا دے رہا ہے یہ صدا
''آج تک اسلام پر باقی ہے احسانِ بتولؑ''

خوانِ جنت در پہ زہراؑ کے کبھی لائے ملک
اور جنت تک کبھی لے کر گئے نانِ بتولؑ

شرم کا آنکھوں میں پانی، اور ہو سر پر ردا
حق انہیں کو ہے کہیں خود کو کنیزانِ بتولؑ

اتنی آساں بھی نہیں ہے فخر مریمؑ کی ثنا
مدح خواں کو چاہئے تنویرؔ عرفانِ بتول

ثنائے فضہ سلام اللہ علیہا

کردیا آج کی شب وقف برائے فضہؑ
کیوں کہ دل کھول کے کرنی ہے ثنائے فضہؑ

کیا کریں کیسے کریں ذکر وفائے فضہؑ
لب زہراؑ ہی سے ممکن ہے ثنائے فضہؑ

تیری بے تھاہ فضیلت سے سمندر کی طرح
کیسے کاغذ کے وہ کوزہ میں سمائے فضہؑ

یہ تو بس اس کی فضیلت کا ہے ادنیٰ سا ثبوت
خوان جنّت کا منگاتی ہے دعائے فضہؑ

ہے یقیں مجھ کو زمیں پر چلی آئے جنت
گر دعا کے لئے ہاتھوں کو اٹھائے فضہؑ

تذکرے جب بھی کنیزی کے کہیں ہوتے ہیں
یاد آجاتی ہے اس وقت وفائے فضہؑ

جس نے قرآں کے لب ولہجہ میں باتیں کی ہوں
کون تاریخ میں ایسا ہے سوائے فضہؑ

چند روٹی کے عوض بیچ دی جنت رب نے
کتنی خالق کو پسند آئی ادائے فضہؑ

ان کا ہر شغل نمونہ ہے جہاں کو تنویرؔ
ناز فضہ پہ کرے کیوں نہ خدائے فضہؑ

❁❁❁❁❁

مدح ثانیٔ زہرا جناب زینب سلام اللہ علیہا

کعبۂ عظمت زینبؑ ہیں — عرشِ فضیلت زینبؑ ہیں
مرکزِ مدحت زینبؑ ہیں — بزم کی زینت زینبؑ ہیں
زورِ خطابت زینبؑ ہیں — شانِ فصاحت زینبؑ ہیں
جانِ رسالت زینبؑ ہیں — فخرِ امامت زینبؑ ہیں
شان عبادت زینبؑ ہیں — دیں کی ضرورت زینبؑ ہیں
لہجۂ حیدرؑ میں تقریر — باپ کی سیرت زینبؑ ہیں
ظلم کو سولی جس نے دی — ایسی عدالت زینبؑ ہیں
قولِ علیؑ سے شاہد ہے — ''باپ کی زینت زینبؑ ہیں''
ظلم و ستم کی راہوں میں — شمع ہدایت زینبؑ ہیں
جس کی ضمانت قدرت لے — ایسی طہارت زینبؑ ہیں
ظلم و جہالت کے سر پر — عقل کی ضربت زینبؑ ہیں
خوب لکھے تنویرؔ نے شعر — محوِ عنایت زینبؑ ہیں

منقبت

حضرت زینبؑ

تیری مدحت کے سمندر میں اتر کر زینبؑ
لے کے میں ابھرا ہوں الفاظ کے گوہر زینبؑ

تو نے آغوش میں معصومؑ کی پلکر زینبؑ
خوب معصوموں سا پایا ہے مقدر زینبؑ

دوش پر اپنی امامت کو اٹھاکر زینبؑ
تو نے دہرایا ہے کردارِ پیمبرؐ زینبؑ

سامنے بونے نظر آتے ہیں ظلمت کے پہاڑ
عزم میں اپنے ہے تو اتنی قدآور زینبؑ

عصمتیں کرنے لگیں تیری خطابت کا طواف
تو نے اپنایا ہے جب لہجۂ حیدرؑ زینبؑ

کب تو بے پردہ ہوئی ، چھنتے ہی چادر سر سے
شامیانہ بنی تطہیر کی چادر زینبؑ

مریمؑ و ہاجرہؑ و آسیہؑ و حواؑ تک
تیرے کردار پہ ہوتی ہیں نچھاور زینبؑ

حاکمِ شام کے دربار میں دے کر خطبے
رکھ دیا تختِ حکومت کو الٹ کر زینبؑ

تو اسیروں کی علمداری نہ کرتی کیوں کر
ٹھہری تو خواہرِ عباسِ دلاور زینبؑ

بانئ فرشِ عزائے غمِ شبیرؑ ہے تو
یہ شرف صرف ہوا تجھ کو میسر زینبؑ

ذوالفقارِ اسداللہ سے خطبوں کو ترے
وزن میں تولا تو دونوں تھے برابر زینبؑ

جس کی مدحت میں ہیں معصوم زبانیں مصروف
اس کا مداح ہے تنویرؔ سا احقر زینبؑ

قطعہ

چھوڑ کر مقصدِ کارِ شبیرؑ
بی بیو! مضحکۂ غم نہ کرو
تم کو بے پردہ اگر رہنا ہے
میری مجلس مرا ماتم نہ کرو

ثنائے عباسؑ

ہماری فکر کو پرواز ہو عطا عباسؑ
ہے کرنی آج مجھے آپ کی ثنا عباسؑ

فرات ہاتھ میں لے کر بھی تشنہ لب رہنا
لگے ہے کتنی انوکھی تری ادا عباسؑ

وہ جس کے نام سے عکسِ وفا جھلکتا ہے
ہمارے سامنے ایسا ہے آئینا عباسؑ

تمہیں جو اذنِ وغا شہہؑ سے مل گئی ہوتی
تو آج اور ہی کچھ ہوتی کربلا عباسؑ

جو چاند سمجھا گیا، میں اُسے سمجھتا ہوں
تمہارے نام کا جلتا ہوا دیا عباسؑ

علیؑ کی ہو بہو تصویر مل گئے عباسؑ
مگر کوئی نہ ملا مجھ کو دوسرا عباسؑ

تمہارا واسطہ دے کر جو رب سے مانگی ہے
یقینا ہوگئی مقبول وہ دعا عباسؑ

نگاہ پھیر لوں جنّت کی سمت سے تنویرؔ
ملے جو حق کی قسم مجھ کو کربلا عباسؑ

مدح حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

جس جگہ بھی تیرے قدموں کے نشاں عباسؑ ہیں
نام کے روضے ترے اب تک وہاں عباسؑ ہیں

مختصر سن لیجئے اتنا کہاں عباسؑ ہیں
ہیں جہاں پر بھی وفائیں، بس وہاں عباسؑ ہیں

آسماں کی رفعتوں سے آگے ہیں فکریں مری
آج کی شب رہبرِ فکرِ رواں عباسؑ ہیں

کل تلک جس ملک پر کرتے رہے شاہی علیؑ
آج اس ملکِ وفا کے حکمراں عباسؑ ہیں

اس لئے شائد لرزتی ہیں یہ موجیں آج تک
آج بھی دریا کو جیسے ہو گماں، عباسؑ ہیں

اک طرف تشنہ لبی ہے ، اک طرف نہرِ فرات
اک سمندر دو کنارے درمیاں عباسؑ ہیں

کل تلک نامِ علیؑ لفظِ وفا کے ساتھ تھا
آج دنیائے وفا کا آسماں عباسؑ ہیں

حشر تک ہو ہی نہیں سکتے جدا یہ دونوں نام
گر وفا خود جسم ہے، تو اس کی جاں عباسؑ ہیں

ڈھونڈتی پھرتی ہوئی بعدِ علیؑ روحِ وفا
جس مکاں میں آ کے ٹھہری ، وہ مکاں عباسؑ ہیں

حشر تک پڑھتا رہے گا جس کو دریا کا سکوت
ایسی اک صبر و وفا کی داستاں عباسؑ ہیں

رعبِ حیدرؑ کی قسم تنویرؔ کھا کے کہتا ہوں
”مشکلیں آ ہی نہیں سکتیں جہاں عباسؑ ہیں“

قطعہ

منزل سے بھٹک جائیں ، یہ ممکن نہیں تنویرؔ
جو نقشِ کفِ پائے حسینؑ پہ چلے ہیں
اے دشمنِ شہہ! ہم سے نگاہیں نہ ملانا
ہم پرچمِ عباسؑ کے سائے میں پلے ہیں

منقبت حضرت عباس علیہ السلام

ہم ثنا خوانوں کی یوں آج عبادت ہوگی
باوفا تیرے قصیدے کی تلاوت ہوگی

پہلے لفظوں کو طہارت کی ضرورت ہوگی
تب کہیں جا کے پھر عباسؑ کی مدحت ہوگی

دھو لوں زم زم سے قلم بہرِ ثنائے عباسؑ
ورنہ زہراؑ کو بہت مجھ سے شکایت ہوگی

تیرے پرچم کی بلندی کی کوئی حد ہی نہیں
ہر بلندی پہ علم کو تیرے سبقت ہوگی

خلقتِ کرب و بلا تیرے لئے ہوگی حسینؑ
”کربلا کے لئے عباسؑ کی خلقت ہوگی“

صرف پیدائشِ عباسؑ نہ کہہ دینا اسے
آرزوئے دلِ حیدرؑ کی ولادت ہوگی

تیری معصوم نمائی کے لئے زہراؑ کی
تیرے کردار پہ اک مہر ضمانت ہوگی

بہتے دریا کو اٹھانے کے لئے چلّو میں
ثانیٔ فاتحِ خیبر کی ضرورت ہوگی

دل نے تنویرؔ کہا مدحتِ غازی کے عوض
تجھ کو عباسؑ کے روضے کی زیارت ہوگی

قطعہ

عجیب حبس کا عالم، عجیب سی تھی گھٹن
لگے تھے موت کے پہرے، حیات پیاسی تھی
یہ کہیئے، چلّو کا پانی پلا گئے عباسؑ
وگرنہ، صدیوں سے نہر فرات پیاسی تھی

قطعہ

ٹھوکر میں سدا رکھتا ہے وہ تخت و حکومت
ملتا ہے جسے حرؑ تری تقدیر کا صدقہ
پیغامبرِ مقصدِ شبیرؑ ہے زینبؑ
اسلام ہے قربانئ شبیرؑ کا صدقہ

قطعہ

عباسؑ کو شبیرؑ سے ملنے دو اجازت
دریا پہ پہنچنے میں کوئی دیر نہیں ہے
یہ لاکھوں کا لشکر تجھے کیا روک سکے گا
عباسؑ ترے نام میں بھی زیر نہیں ہے

مدح حضرت عباس علیہ السلام

کون کہتا ہے کہ حیدرؑ سے جدا عباسؑ ہیں
ہیں اگر جوہر علیؑ تو آئینا عباسؑ ہیں

فرق بس یہ ہے وفائے حیدر وعباسؑ میں
وہ وفا کی ابتدا تھے انتہا عباسؑ ہیں

ایک ہل چل سی لب دریا ہے کہتے ہیں عدو
کیا کریں، کیسے کریں ہم سامنا، عباسؑ ہیں

اِن کے ماتھے کی شکن اِن کی ادا میں ہے شمار
اے مصوّر! یہ نہ کہہ دینا خفا عباسؑ ہیں

آج تک تسبیح پڑھتی ہے تری نہرِ فرات
قطرہ قطرہ پر لکھا ہے باوفا عباسؑ ہیں

جب کسی نے بھی وفا کا تذکرہ چھیڑا کہیں
میں نے بس بیساختہ یہ کہہ دیا عباسؑ ہیں

شاعری تنویرؔ کیا ہے کب تمہیں معلوم تھی
بخشنے والے شرف یہ باوفا عباسؑ ہیں

حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

گل پوش ہیں ، گل رو ہیں، گل آثار ہیں عباسؑ
شعلہ ہیں، شرارہ ہیں، شرر بار ہیں عباسؑ

اشعار تبھی تو مرے ضوبار ہیں عباسؑ
اور کیوں نہ ہوں، خود زینتِ اشعار ہیں عباسؑ

اعمال سے جن لوگوں کے بیزار ہیں عباسؑ
در پیش مراحل انہیں دشوار ہیں عباسؑ

ہر شعر کا مقطع ہیں تو ہر فکر کا مطلع
یوں لگتا ہے ہر شعر کے معمار ہیں عباسؑ

جنت کے شہنشاہ تو حسنینؑ ہیں خود ہی
حسنینؑ کی جنت کے زمیں دار ہیں عباسؑ

موجیں ہیں کہ پابوسی میں مصروف ہیں اب تک
اور پانی سے لگتا ہے کہ بیزار ہیں عباسؑ

جو بن نہ سکے پیکرِ اخلاص و محبت
یہ جھوٹ ہے ، وہ تیرے عزادار ہیں عباسؑ

عصمت کی بلندی کو جو مس کرتی نظر آئے
معصوم صفت اونچی وہ مینار ہیں عباسؑ

وہ صبر ہو ہیبت ہو شجاعت ہو وفا ہو
اِن سب کے لئے نقطۂ پرکار ہیں عباسؑ

لاسیف کی جبرئیلؑ سند لائیں نہ لائیں
''شبیرؑ کی چلتی ہوئی تلوار ہیں عباسؑ''

وہ نہر پہ جانے، کہ پلٹنے کی ادا ہو
حیدرؑ تو کبھی جعفر طیّارؑ ہیں عباسؑ

شبیرؑ کے جو تاجِ امامت میں جڑا ہے
تنویرؔ وہی تو دُرِ شہوار ہیں عباسؑ

قطعہ

عباسؑ ہے خدائے وفا کائنات کا
یکتا و لا شریک ہے یہ اپنی ذات کا
اٹھ اٹھ کے سجدہ کرتی ہے دریا کی اس کو موج
مسجود ہوگیا ہے یہ بہتے فرات کا

مدح حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

ہے مری فکر ترے زیرِ قیادت عباسؑ
کیا عجب پالے جو معراج کی عظمت عباسؑ

فکر چھولے جو ترے پائے فضیلت عباسؑ
لب پہ کھلنے لگیں گلہائے عقیدت عباسؑ

کب ہے مدحت کے عوض خواہشِ جنت عباسؑ
ورنہ جنّت تو ہے اک بیت کی قیمت عباسؑ

خود ہی بڑھ جاتی ہے اس بزم کی زینت عباسؑ
جس میں مدّاح تری کرتے ہیں مدحت عباسؑ

کیوں نہ ہو ذات تری نازشِ عصمت عباسؑ
ایک معصوم پڑھے تیری زیارت عباسؑ

زیب بھی دیتی ہے تجھ پر یہ فضیلت عباسؑ
ہے وفاؤں کی جو کردار میں نکہت عباسؑ

شمر سے وہ ترا اندازِ خطابت عباسؑ
جیسے قرآن میں کافر کو نصیحت عباسؑ

ایک اک باب میں سو باب نظر آنے لگے
جب کبھی کھولا ترا بابِ فضیلت عباسؑ

تونے چاہا تو سمٹ آیا ترے چلو میں
سامنے تیرے یہ دریا کی حقیقت عباسؑ

کم نظر کیا ہے عجب، تجھ کو سمجھ لیں معصوم
اتنی عصمت سے تری ہے ہی قرابت عباسؑ

بچ گئے تھے جو کبھی تیغِ علیؑ کی زد سے
کانپ اٹھے آج تری دیکھ کے صورت عباسؑ

ماں نے گھٹی میں پلائی تھی اسی سے اب تک
''ہے وفا کی ترے کردار میں نکہت عباسؑ''

مشکلیں اس لئے ڈرتی ہیں مرے پاس آتے
میں کہیں آپ سے کردوں نہ شکایت عباسؑ

تیرے روضے سے ہے فردوس کی قربت اتنی
کہنا اک گام بھی مشکل ہے مسافت عباسؑ

عمر بھر بھائی کو اس واسطے آقا ہی کہا
جانتے خوب تھے رشتوں کی نزاکت عباسؑ

دوگنا قوتِ شبیرؑ نہ کیوں ہوجائے
بازوئے شہہؑ پہ ہیں تعویذِ شجاعت عباسؑ

تو وفاؤں کا پیمبر ہے رسالت کی قسم
اور یہ قومِ وفا ہے تری اُمّت عباسؑ

آکے اے مہدئ دوراں بس اشارہ کردو
اب بھی ہیں منتظرِ اذنِ امامت عباسؑ

ہاتھ کٹوادیئے اس واسطے شاید تم نے
کیونکہ ٹھوکرمیں تمہیں رکھنی تھی بیعت عباسؑ

اک نظر دیکھ لیں آنکھیں مری روضہ تیرا
چاہے چھن جائے پھرآنکھوں کی بصارت عباسؑ

پڑھ لی تنویرؔ نے یوں تیری نمازِ مدحت
رکعتیں ہوگئیں اشعار کی صورت عباسؑ

مدح حضرت عباس علیہ السلام

آب زم زم تری مدحت کو ہے کم تر عباسؑ
روشنائی کے لئے چاہئے کوثر عباسؑ

غور کرتا ہوں طہارت پہ میں اپنی پہلے
پھر ترا نام میں لاتا ہوں زباں پر عباسؑ

میں نے روضے پہ سنا ہے ترے اکثر عباسؑ
قطرہ آیا تھا، گیا بن کے سمندر عباسؑ

نیزوں اچھلا ہے تو قدموں کو ہی چھو پایا ہے
دریا لب تک ترے پہونچے بھی تو کیونکر عباسؑ

اس قدر سنگ دلوں پر تری ہیبت دیکھی
خود تری راہ سے ہٹتے گئے پتھر عباسؑ

جتنی معصوم تمنّائیں جڑی ہیں تجھ سے
تو ہے ان ساری تمنّاؤں کا محور عباسؑ

جب سے زہراؑ نے پسر اپنا کہا ہے تجھ کو
خود پہ نازاں ہے تری ماں کا مقدر عباسؑ

نازشِ تیغِ علیؑ تیری جبیں کی سلوٹ
اعدا کہتے ہیں کہ ہے تیغِ دو پیکر عباسؑ

یہ نوازش، یہ عنایت، یہ کرم ہے تیرا
مفلسی میں جو ہے تنویرؔ تونگر عباسؑ

منقبت حضرت عباس علیہ السلام

عباسؑ کی ثنا میں عجب معجزہ ہوا
اک ایک حرف نظم ہوا بولتا ہوا

جب قصد میرا مدحتِ عباسؑ کا ہوا
شیریں عجب زباں کا مری ذائقہ ہوا

تشنہ لبی کا دیکھ کے دریا چڑھا ہوا
پانی ہے آج خود کی نظر سے گرا ہوا

سب پانی ایک پیاسے کے چلّو میں آگیا
دریا پڑا ہے ریت کا صحرا بنا ہوا

'فوج عدو ترائی سے ہونے کو ہے ہرن'
''دریا کی سمت شیر چلا جھومتا ہوا''

عباسؑ اور حسینؑ کی عظمت نہ پوچھیے
وہ صبر کا خدا ، یہ وفا کا خدا ہوا

مدح شہنشاہ وفا حضرت عباس علیہ السلام

مداحیٔ سلطان وفا چوم رہی ہے
خود نوکِ قلم اپنا لکھا چوم رہی ہے

تخئیل مری باب دعا چوم رہی ہے
اور میری زبان لہجہ مرا چوم رہی ہے

اٹھّا ہے قلم مدحتِ عباسِؑ جری میں
تخئیل مری طبعِ رسا چوم رہی ہے

ساحل پہ ہیں عباسؑ تو دریا کی ہر اک موج
آئینۂ حیدرؑ کی جلا چوم رہی ہے

لیتے ہیں علیؑ بازوئے عباسؑ کے بوسے
''عباسؑ کے قدموں کو وفا چوم رہی ہے''

کٹوائے جنہیں شہہؑ کی رضا کے لئے تو نے
ان شانوں کو مرضیٔ خدا چوم رہی ہے

تو یوسفِ ایثار ووفا ہے تبھی تجھ کو
رہ رہ کے زلیخائے وفا چوم رہی ہے

خالق کی عبادت میں تصور ترا کرکے
پیشانی مری خاکِ شفا چوم رہی ہے

دریا سے مچلتی ہوئی ساحل پہ ہر اک موج
پانی ترے چلو کا گرا چوم رہی ہے

سورج کی کرن عرش سے آ آکے زمیں پر
روضے کو ترے صبح و مسا چوم رہی ہے

پا بوسی میں مصروف رہیں کیوں نہ فضائل
غازی تجھے معصوم دعا چوم رہی ہے

ہاشمؑ کے گھرانے کے قمر تیری ضیا کو
خود نیّرِ تاباں کی ضیا چوم رہی ہے

تنویرؔ شجاعت ہو ، وفا ہو کہ ہو ہیبت
عباسؑ کے نقشِ کفِ پا چوم رہی ہے

مدح شہنشاہِ وفا حضرت عباس علیہ السلام

حرف جو عظمت عباسؑ گھٹا دیتا ہے
اس کو سولی پہ قلم میرا چڑھا دیتا ہے

مدحِ عباسؑ کا خالق یہ صلا دیتا ہے
اتنا دیتا ہے، غنی دل کا بنا دیتا ہے

کیا کوئی ظرف کا اندازہ لگائے اس کے
اپنے چلو سے جو دریا کو پلادیتا ہے

روح دریا کو جری مشک میں بھر کر اپنی
پیاس کی مُہر دہانے پہ لگا دیتا ہے

شمر سے کرتا ہے جب رعبِ علیؑ میں گفتار
اپنے لہجے کو یہ قرآں سے ملا دیتا ہے

چھینک کر نہر کے پانی کو جری چلو سے
اک ندی پیاس کی ساحل پہ بہا دیتا ہے

ایک معصوم تری پڑھ کے زیارت عباسؑ
تیرے کردار کا قد اور بڑھا دیتا ہے

بن گیا تیرا عمل ایک کہاوت کا ثبوت
نیکیاں کرکے تو دریا میں بہا دیتا ہے

اس کو تلوار اٹھانے کی ضرورت کیا ہے
ذوالفقار اپنی نظر کو جو بنا دیتا ہے

ہونے لگتی ہے کمی بوئے وفا کی تو خدا
گلِ عباسؑ کو گلشن میں کھلا دیتا ہے

چھوڑ کر بابِ حوائج کو سوالی یوں ہے
جیسے تنہا کوئی صحرا میں صدا دیتا ہے

اُس کو ہم چاند سے تشبیہ دیں ممکن ہی نہیں
وہ جو خود بھیک میں سورج کو ضیا دیتا ہے

نامِ عباسؑ ہے خود حرف وفا کی تفسیر
بے وفائی کے مرض میں یہ شفا دیتا ہے

شرط احساس کی ہے بات یقینا سچ ہے
''ذکرِ عباسِؑ جری درسِ وفا دیتا ہے''

غیر معصوم سہی زیر کسائے زینبؑ
اپنی معصوم نمائی کا پتا دیتا ہے

مدحتِ آلِ نبیؐ کرتا ہوں تنویرؔ میں جب
حق میں ماں باپ کے دل میرا دعا دیتا ہے

مدح حضرت عبّاس علیہ السلام

لذت کچھ ایسی مدحتِ عباسؑ کی رہی
عرصے تلک زباں میں مری چاشنی رہی

عصمت نما وہ ذات تو کچھ اور ہی رہی
تطہیر جس کی قدر کو پہچانتی رہی

عباسؑ کو حسینؑ سے نسبت وہی رہی
خوشبو کی جو گلاب سے وابستگی رہی

پیاسے کو پانی چھینتے دیکھا تو مدّتوں
ساحل پہ بیٹھی تشنہ لبی سوچتی رہی

دیکھا ہے ہم نے پرچمِ عباسؑ پر خلوص
آنکھوں میں مرتے مرگئے پر روشنی رہی

عباسؑ کے لبوں کو نہ چھوپائی جب فرات
اٹھ اٹھ کے موج اپنا ہی قدناپتی رہی

دروازے تک نہ آسکیں میرے نحوستیں
''عباسؑ المدد'' کی جو تختی لگی رہی

حسن و جمالِ یوسفِ ایثار دیکھنے
ہر گام پر وفا کی زلیخا کھڑی رہی

عباسؑ کو علیؑ کا سراپا بنا دیا
یہ زینبؑ و حسینؑ کی صورت گری رہی

عباسؑ ذوالفقار کا دکھلاتے کیا کمال
ہیبت ہی ذوالفقار جری کی بنی رہی

پیاسے نے پانی پھینک دیا اُف یہ کیا کیا
دریائے تشنگی میں عجب کھلبلی رہی

ہاشمؑ کا چاند تھا شبِ عاشور نور بار
محفل میں شمع گل تھی مگر روشنی رہی

اب تک سمندروں کا تڑپنا بتاتا ہے
یوں کربلا کے پیاسے سے شرمندگی رہی

تنویرؔ کیا یہ کم ہے شرف تیرے واسطے
مقبولِ بارگاہ تری شاعری رہی

منقبت حضرت عباس علیہ السلام

یہ مدحتِ غازی ہے کب کھیل تماشا ہے
اے طبعِ رسا تجھ کو معراج پہ جانا ہے

اے نوکِ قلم تو بھی کوثر سے وضو کرلے
عباسؑ اگر تجھ کو قرطاس پہ لکھنا ہے

مجھ کو تو کسی در پر آنا ہے نہ جانا ہے
لے دے کے مرا سب کچھ، عباسؑ کا روضا ہے

یہ نیزوں اچھل کر بھی، لب چھو نہیں سکتا ہے
پیاس اتنی قد آور ہے، قد پانی کا بونا ہے

اک پانی کا دریا ہے، اک تشنہ لبی کا ہے
اک سہما سا ٹھہرا ہے، اک جوش میں بہتا ہے

یہ نہر پہ جتنے ہیں کاغذ کے سپاہی ہیں
ان کو ابھی غازی کے طوفان میں اڑنا ہے

جو کچھ تھا جری اپنی سب مشک میں بھر لایا
پانی کہاں دریا میں، اب آنکھوں کا دھوکا ہے

معصوم نہ ہو کر بھی معصوم نما لگتا
عباسؑ کی عظمت میں سونے پہ سہاگا ہے

عباسؑ کی صورت میں ہمراہ جولائے ہیں
وہ بولتی سرورؑ کی اک نہج بلاغا ہے

لکھتا ہوں وفا لیکن عباسؑ میں پڑھتا ہوں
کچھ اتنا وفاؤں میں عباسؑ میں ایکا ہے

عباسؑ کے قدموں پر سجدے میں وفائیں ہیں
لگتا ہے وفاؤں کا عباسؑ ہی قبلا ہے

عباسؑ وفاؤں کا بیشک ہے خدا لیکن
یہ بھی تو ذرا سوچو یہ کس کی تمنّا ہے

عباسؑ ہیں ساحل پر بس اتنا بتا دیجئے
اب کس کا یہاں پہرا، کس کا یہاں قبضا ہے

دشمن کی نگاہیں بھی اٹھتے ہوئے ڈرتی ہیں
عباسؑ کے پرچم سے وہ رعب جھلکتا ہے

تنویرؔ عجب ہے یہ عباسؑ کی مدحت بھی
کچھ بھی نہیں لکھ پائے لکھّا بھی زیادا ہے

شانِ علیؑ

علیؑ ہے نامِ خدا بھی، علیؑ ہے نامِ علیؑ
خدا کے جیسا ہی بے مثل ہے کلامِ علیؑ

یہ اور بات ہے اک عبد ہے تو اک معبود
مگر یہ دونوں کمالات میں ہیں لا محدود

علیؑ خدا کی خدائی پہ ناز کرتا ہے
خدا علیؑ کی گدائی پہ ناز کرتا ہے

خدا نے جس کا قصیدہ پڑھا ہے وہ ہے علیؑ
کل انبیاؑء کا جو مشکل کشا ہے وہ ہے علیؑ

علیؑ ہے نقطۂ مخصوص بائے بسم اللہ
علیؑ رسالتِ احمدؐ کا سب سے پہلا گواہ

علیؑ کے صدقے میں تخلیقِ کائنات ہوئی
علیؑ کے لہجہ میں رب سے نبیؐ کی بات ہوئی

جو دین حق کا مقدر سنوار دے وہ علیؑ
جو ڈوبتا ہوا سورج ابھار دے وہ علیؑ

وہ جس کے نام سے تھرّائے مرحب و عنتر
بلند جس کی ہتھیلی پہ تھا درِ خیبر

علیؑ کے نفس کی پاکیزگی کا کیا کہنا
کبھی نبیؐ کہے اپنا، کبھی خدا اپنا

فضیلتوں کا سمندر علیؑ کو کہتے ہیں
عجائبات کا مظہر علیؑ کو کہتے ہیں

علیؑ کے دم سے ہے پرنور و پرضیا اسلام
اگر علیؑ کو ہٹالو تو کیا بچا اسلام

کروں علیؑ کی میں توصیف کیا بیاں تنویرؔ
کہاں سے لاؤں میں میثمؑ سی وہ زباں تنویرؔ

"علیؑ امام من است و منم غلامِ علیؑ
ہزار جان گرامی فدائے نامِ علیؑ"

مدح علی علیہ السلام

دل میں بسانا حبِّ حیدر، سب کے بس کی بات نہیں
کرنا ذکرِ آلِ پیمبرؐ، سب کے بس کی بات نہیں

جاکے درِ خیبر سے پلٹنا، خالی ہاتھ تو آساں ہے
لیکن بننا فاتحِ خیبر، سب کے بس کی بات نہیں

حر کا درِ شبیرؑ پہ آنا، خوبیٔ قسمت تھی ورنہ
بن جانا قطرے سے سمندر، سب کے بس کی بات نہیں

اہلِ مدینہ گنتے رہیں، تسبیح کے دانے اپنے گھر
تارا بلانا اپنے در پر، سب کے بس کی بات نہیں

دہکے ہوئے شعلوں سے گذرنا، ہے یہ علیؑ والوں کا شعار
کر دینا شعلوں کو گلِ تر، سب کے بس کی بات نہیں

سارے مورّخ سکتے میں ہیں، کیا لکھّیں بچہ کا جہاد
ہنس کر کھانا تیر گلے پر، سب کے بس کی بات نہیں

کہنے کو تنویرؔ سخنور، ہر کوئی کہلاتا ہے
میرے جیسا ہونا سخنور، سب کے بس کی بات نہیں

مدحِ علی علیہ السلام

جو دل میں حبِّ شہہِ ذوالفقار رکھتا ہے
زباں میں تیغِ علیؑ کی وہ دھار رکھتا ہے

جو سو کے بسترِ احمدؐ پہ لے لے مرضیٔ حق
وہ اپنے ہاتھ میں کُل اختیار رکھتا ہے

درِ علیؑ کی فقیری ہے جس کی قسمت میں
الگ وہ شاہوں سے اپنا وقار رکھتا ہے

دلوں میں حبِّ علیؑ کی جگہ یہ بغضِ علیؑ؟
یہ کیا؟ کہ شیش محل میں غبار رکھتا ہے

وہ خاک فاتحِ خیبر بنے ، جو پہلے سے
دل و دماغ میں راہِ فرار رکھتا ہے

علیؑ کو شیرِ خدا کا لقب یونہی نہ ملا
وہ اپنے قبضے میں اپنا شکار رکھتا ہے

جو معتبر تھا ، نبیؐ کہہ گئے وصیؑ اس کو
کہاں ہر اک پہ کوئی اعتبار رکھتا ہے

تجھے ہو گرمیٔ محشر کا خوف کیوں تنویرؔ
تو سر پہ جب شجرِ سایہ دار رکھتا ہے

مدحِ علی علیہ السلام

جو خود کو بغضِ علیؑ میں جکڑنے لگتے ہیں
بہک بہک کے قدم ان کے پڑنے لگتے ہیں

ہمارے ہونٹوں پہ آتا ہے جب بھی نامِ علیؑ
منافقت کے شجر کیوں اکھڑنے لگتے ہیں

ولائے آل نبیؐ دل میں جو نہیں رکھتے
ہماری آنکھوں میں وہ لوگ گڑنے لگتے ہیں

زباں پہ نادِ علیؑ آنے بھی نہیں پاتی
کہ حادثات مرے پاؤں پڑنے لگتے ہیں

یہ عظمت درِ بنتِ رسولؐ ہے کہ جہاں
جبینِ ناز ملک بھی رگڑنے لگتے ہیں

علیؑ کے ہاتھوں میں آتے ہی ہم نے دیکھا ہے
کہ ذوالفقار کے تیور بگڑنے لگتے ہیں

غلامیٔ در زہراؑ جنہیں نصیب ہے ، وہ
فرشتے اپنوں میں جا کر اکڑنے لگتے ہیں

ثنائے آل نبیؐ جب میں کرتا ہوں تنویرؔ
گلاب لگتا ہے ہونٹوں سے جھڑنے لگتے ہیں

مدح علی علیہ السلام

در جو کعبے میں بنا آپ سے کیا آپ سے کیا؟
تھی یہ مرضئ خدا آپ سے کیا آپ سے کیا؟

لذتِ حبّ علیؑ کیا ہے ، ہمیں ہے معلوم
اس کا کیسا ہے مزا ،آپ سے کیا آپ سے کیا

جب سند آپ کو فرّار کی اب مل ہی گئی
کون کرّار بنا ، آپ سے کیا آپ سے کیا

میں نے کی ہے جو سرِ بزم ثنائے حیدرؑ
کیوں ہوئے آپ خفا آپ سے کیا آپ سے کیا

میری منزل ہے الگ ،آپ کی راہیں ہیں الگ
واسطہ میرا بھلا ، آپ سے کیا آپ سے کیا

سب کو حاصل کہاں ہوتی ہے علیؑ کی الفت
یہ شرف ہم کو ملا ، آپ سے کیا آپ سے کیا

جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے
خود محمدؐ نے کہا آپ سے کیا آپ سے کیا

مدحِ حیدرؑ کے عوض خلد میں تنویرؔ کو جب
جام کوثر کا ملا آپ سے کیا آپ سے کیا

قطعہ

دشمنِ آلؑ پیمبر نہیں اچھے لگتے
راستے میں ہمیں پتھر نہیں اچھے لگتے
ذوالفقارِ اسداللہ کہا کرتی تھی
جسمِ اعدا پہ ہمیں سر نہیں اچھے لگتے

قطعہ

گھٹی میں پلایا جو مری ماں نے سبق ہے
بچپن سے مجھے یاد وہ ایک ایک ورق ہے
کیا روکے گا تنویرؔ کوئی ذکرِ علیؑ سے
یہ ذکرِ علیؑ تو مرا پیدائشی حق ہے

قطعہ

دل و دماغ پہ چھائے ہوئے ہیں میرے علیؑ
اب ہوگئی ہے تو یہ بات عام رہنے دے
مری مجال میں خود کو کہوں غلامِ علیؑ
مجھے غلامِ علیؑ کا غلام رہنے دے

قطعہ

دنیا ٹھکرائی ہوئی شئے مرے مولا کی ہے
جو علیؑ والے ہیں، دنیا سے وہ کب ڈرتے ہیں
حادثے، زلزلے، طوفاں ہوں کہ دنیا کے ہوں غم
اک مرے نادِ علیؑ پڑھنے سے، سب ڈرتے ہیں

قطعہ

مضحکہ خود کو میں بناؤں کیوں
شمع سورج کو میں دکھاؤں کیوں
ہوں علیؑ کا غلام میں تنویرؔ
ایرے غیروں کو منھ لگاؤں کیوں

قطعہ

منزلِ معراج تک نقش قدم احمدؐ کے ہیں
دوشِ احمدؐ پر ملیں گے نقشِ پائے بوتراب
اس کو اپنی ملکیت کوئی نہ کہہ دے اس لئے
''بن گیا کعبہ زچاخانہ برائے بوتراب''

قطعہ

گھٹ نہیں سکتی گھٹانے سے علیؑ کی منزلت
کوششیں ہوتی رہیں گی تذکرہ رہ جائے گا
آپ کے انکار کے پتھر اگر پڑ بھی گئے
آئینہ تو ٹوٹ کر بھی آئینہ رہ جائے گا

قطعہ

مرے ہر قطرۂ خوں میں سمو دی الفت حیدرؑ
مرے مالک! ترا اتنا بڑا احسان، کافی ہے
کفن پر تم مرے کچھ بھی نہ لکھنا، یا علیؑ لکھ کر
فرشتوں کے لئے ، اِتنی مری پہچان کافی ہے

قطعہ

علیؑ کعبہ علیؑ قبلہ علیؑ قرآں کا پیکر ہے
سمٹ جائے تو اک قطرہ اگر پھیلے سمندر ہے
نبیؐ کا قول شاہد ہے، علیؑ ہیں باپ امّت کے
اِسی رشتہ سے یہ کعبہ ہمارے باپ کا گھر ہے

قطعہ

کوئی بھی ہم پلّہٴ حیدرؑ بھلا ٹھہرا ہی کب
یوں مقابل میں علیؑ کے کتنوں کو لایا گیا
اک سوائے حیدرؑ کرّار کے تاریخ میں
ڈوبتا سورج کبھی بتلاؤ پلٹایا گیا

قطعہ

جو بچہ مہد میں اژدر کو پھاڑ سکتا ہے
علم کو سینے پہ پتھر کے گاڑ سکتا ہے
اب اس کے عہد جوانی پہ اتنی حیرت کیوں؟
وہ باب قلعہٴ خیبر اکھاڑ سکتا ہے

در مدح امام حسن علیہ السلام

یارب! ترا بندہ ہوں کرم اتنا تو کردے
گر آنکھیں مجھے دی ہیں تو پھر ذوق نظر دے

جو سہہ لے زمانے کی پر آشوب فضا کو
یارب مجھے وہ سینہ دے وہ مجھ کو جگر دے

تاریکیٔ ظلمت میں گھٹن ہوتی ہے محسوس
شام آئے نہ جس کی کبھی وہ مجھ کو سحر دے

کہتے ہیں کہ بن جاتے ہیں بگڑے ہوئے حالات
بگڑے ہوئے حالات بنادوں وہ ہنر دے

مل جائے جہاں رکھ کے مرے سجدوں کو معراج
پیشانی اگر دی ہے تو ایسا کوئی در دے

اتنے میں ندا غیب سے یہ آئی کسی کی
تنویرؔ کو اے باد صبا جاکے خبر دے

ہونے کو ہیں اب مشکلیں آساں تری لیکن
کچھ مطلعٔ دیگر پہ ذرا دھیان اگر دے

منشائے الٰہی ہے کہ جھولی تری بھر دے
عصمت کے خزانے کا وہ نایاب گہر دے

احمدؐ کا دل و جاں ہو تو حیدرؓ کا پسر دے
اور فاطمہ زہراؑ کا تجھے نورِ نظر دے

سر تابہ قدم ہو جو محمدؐ کا سراپا
وہ نور کا پیکر دے مگر مثلِ بشر دے

ہو نام حسنؑ جس کا حسیں تر سے حسیں ہو
زہراؑ کے چمن کا وہ مہکتا گُلِ تر دے

جو امن و اماں کا ہو امیں خلق کا پیکر
کیا؟ خیر کے بدلے میں وہ اسلام کو شر دے

کیا آئے بھلا صلح حسنؑ اُس کی سمجھ میں
اسلام کے قانون کو جو طاق پہ دھر دے

گر جنگ ہے، تو صلح بھی سنّت ہے نبیؐ کی
یہ جاکے کوئی عقل کے اندھوں کو خبر دے

تنویرؔ کی، صدقے میں در آلِ نبیؐ کے
یارب! یہ دعا ہے کہ دعاؤں میں اثر دے

مدح امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

تو اس لئے مرا موضوعِ شاعری ہے حسینؑ
کہ تیرا قرض جو یہ میری زندگی ہے حسینؑ

یہاں جو بزم ترے نام کی سجی ہے حسینؑ
یہ اپنے آپ میں فردوس لگ رہی ہے حسینؑ

جو خود خزانۂ احمدؐ کا ہے دُرِ شہوار
اے حرؒ وہی تری قسمت کا جوہری ہے حسینؑ

وہ ایک نقطہ ہے تو، جس کے عظمت اسلام
اٹھائے شان سے سر، گرد گھومتی ہے حسینؑ

فقط یہ تیرا شرف تھا تری رضا پوچھی
وگرنہ ذاتِ خدا کس سے پوچھتی ہے حسینؑ

''نہیں'' جو کہہ دی زباں سے اے طالب بیعت!
تو اب تقاضہ نہ کر، بات کا دھنی ہے حسینؑ

کسی کے لب پہ ترا نام جب بھی آتا ہے
حیات ہنستی ہے اور موت کانپتی ہے حسینؑ

تری بجھائی ہوئی شمع کا یہ صدقہ ہے
کہ آج تک جو چراغوں میں روشنی ہے حسینؑ

شمار میں تو بہتر ہیں کربلا میں مگر
نظر اٹھا کے جسے دیکھئے وہی ہے حسینؑ

چلی تھی کل سرِ باطل پہ جو ''نہیں'' کی تیغ
گواہ اُس کا ہر اک لمحہ ہر صدی ہے حسینؑ

دلوں پہ نقش ہے سب کے ، زباں کہے نہ کہے
''تجلیاتِ محمدؐ کی روشنی ہے حسینؑ''

زبانی دعوے محبت کے دنیا کرتی ہے
مگر حقیقی ولا تیری پیروی ہے حسینؑ

ترے وسیلے سے تنویرؔ نے جو مانگی دعا
قسم خدا کی ، کبھی رد نہ وہ ہوئی ہے حسینؑ

قطعہ

جو کربلا میں کیا پیش فلسفہ شہہؑ نے
بغور سوچ لے کوئی ، دماغ جلنے لگے
حسینؑ کا شبِ عاشور معجزہ کہیئے
بجھایا ایک بہتر چراغ جلنے لگے

مدح امام حسین علیہ السلام

نام کاغذ پر ابھی لکھا ہی تھا شبیرؑ کا
حرف ایک ایک جگمگا اٹھا مری تحریر کا

دے کے کچھ اشکِ غمِ شبیرؑ کے ہم نے گُہر
کر لیا قدرت سے سودا ، خلد کی جاگیر کا

خوش ہے فطرس دیکھ کر گہوارۂ شبیرؑ کو
آج صدیوں بعد ہوگا فیصلہ تقدیر کا

پا کے فطرس بال و پر گہوارۂ شبیرؑ سے
دیکھتا ہے ہنس کے چہرا ، کاتبِ تقدیر کا

شام کا بھولا ، پلٹ کر صبح کو آ ہی گیا
ہے حماقت پوچھنا حرؑ سے سبب تاخیر کا

ایک ہی سکّے کے دو رخ زندگئ حرؑ میں ہیں
اک طرف بخشش کا پہلو، اک طرف تقصیر کا

کچھ درِ شبیرؑ پر تدبیر لے آئی تجھے
کچھ چمک اٹھا ستارہ حرؑ تری تقدیر کا

اپنے ہاتھوں کر رہا ہے خود کو بے نام و نشاں
طالبِ بیعت! نشانہ دیکھ اپنے تیر کا

کربلا کے آئینہ خانہ پہ جب ڈالی نظر
عکس تھا ہر آئینے میں ایک ہی تصویر کا

جب فقط عباسؑ لکھنے سے لرز جاتے ہیں ہاتھ
کیا بھلا کوئی تصوّر کر سکے تصویر کا

جو ہوا شبیرؑ کا ، بس ہے خدا والا وہی
''وہ خدا کا ہوگیا جو ہو گیا شبیرؑ کا''

حبِّ حیدرؑ اور غمِ شبیرؑ میں گذرے حیات
اِس سے بڑھ کر کوئی مقصد ہی نہیں تنویؔر کا

قطعہ

شہرت کی تمنا ہے نہ دینار کی خواہش ہے
کچھ تخت کی خواہش ہے نہ دربار کی خواہش ہے
ہے اوّل و آخر یہی تنویؔر مرے دل میں
بس روضۂ شبیرؑ کے دیدار کی خواہش ہے

قطعہ

کعبۂ دل میں ، بنا ہے ترا روضہ شبیرؑ
دھڑکنیں جس میں کیا کرتی ہیں سجدہ شبیرؑ
پھر یہ تنویؔر سنا ہے ، کوئی ابھرا ہے یزید
اس سے کہہ دو ، ابھی اک اور ہے زندہ شبیرؑ

منقبت

امام حسین علیہ السلام

نہ تو رسولؐ نہ پیغمبرِ خدا ہیں حسینؑ
مگر ہر ایک کا دل جانتا ہے کیا ہیں حسینؑ
نہ صرف روئے پیمبر کا آئینا ہیں حسینؑ
نبیؐ کا بلکہ مکمل مجسّما ہیں حسینؑ
یہ ذات وہ ہے کہ مذہب کی کوئی قید نہیں
جہان بھر جسے پوجے وہ دیوتا ہیں حسینؑ
سوالِ کشتئ اسلام جب بھی آئے گا
یہ ماننا ہی پڑے گا کہ نا خدا ہیں حسینؑ
جھنجھوڑ ڈالا ہے جس نے یزیدیت کا مزاج
میں اپنے لہجے میں کہہ دوں ، تو زلزلا ہیں حسینؑ
یہ بات خواجۂ اجمیرؒ نے بھی خوب کہی
کہ سچ ہے کلمۂ توحید کی بنا ہیں حسینؑ
یہ خود یزید کے بیٹے نے ہم کو بتلایا
یزید سب کا ہے نقصان فائدا ہیں حسینؑ
درِ جناں پہ پہنچنے کی فکر کیا تنویؔر
مری نگاہ میں آسان راستا ہیں حسینؑ

منقبت

امام حسین علیہ السلام

کیا جانیئے کس عوج پہ میرا خیال ہے
سوچے وہاں ملک بھی پہونچنا محال ہے

یوں تو علیؑ و فاطمہ زہراؑ کا لال ہے
لیکن، حسینؑ کیا ہے، یہ اب تک سوال ہے

حُسنِ حَسنؑ لئے ہوئے حیدرؑ کا لال ہے
''زہراؑ کا نورِ عین پیمبرؐ جمال ہے''

زیر و زبر اِدھر سے اُدھر ہو محال ہے
قرآن! تیرے ساتھ پیمبرؐ کی آلؑ ہے

یوں حرؑ کو اپنے سینے سے جوڑا حسینؑ نے
کوئی نہ کہہ سکا کہیں شیشے میں بال ہے

شبیرؑ مطمئن ہیں کہ زینبؑ ہیں میرے ساتھ
اسلام مطمئن ہے کہ زہراؑ کا لالؑ ہے

ہر طرح کے مرض کا جہاں ہوتا ہو علاج
گر ہے تو صرف کرب و بلا اسپتال ہے

اللہ رے نسب کی بلندی ترے حسینؑ
ہے باپ بے نظیر تو ماں بے مثال ہے

اب چھینے کوئی ، کہتا ہے فطرس بصد غرور
پہلے سا اب وہ پر ہے نہ پہلے سا بال ہے

زانو پہ رکھ کے جونؑ کا سر ، بولے یہ حسینؑ
یہ وہ ہے آفتاب کہ جو لا زوال ہے

تنویرؔ بیت پر ہے ملا بیت خلد میں
قیمت بھی مجھ کو ویسی ملی ، جیسا مال ہے

قطعہ

زمیں حسینؑ کی ہے ، آسماں حسینؑ کا ہے
حسینیوں کا ، مگر دل مکاں حسینؑ کا ہے
صدائے غیب یہ محشر میں آئے گی رضواں
کہ باب خلد سے ہٹ، کارواں حسینؑ کا ہے

قطعہ

حرؑ کو مہمانِ حسینؑ ابن علیؑ مت کہئے
میہماں وہ ہیں جو آتے ہیں چلے جاتے ہیں
کچھ دنوں کے لئے بھٹکے ہوئے راہی تھے حرؑ
بن کے رہبر وہی اب راستہ بتلاتے ہیں

منقبت امام حسین علیہ السلام

مدحت میں تیری جب بھی قصیدہ لکھا حسینؑ
دینے لگیں دعائیں مجھے سیدّاؑ حسینؑ
بہرِ ثنا اٹھا ہے قلم جب مرا حسینؑ
دیکھا جناں میں گھر مرا بننے لگا حسینؑ
رکھّا ہے میرے گھر میں ترا تعزیا حسینؑ
رہتا ہے گھر فرشتوں سے میرا بھرا حسینؑ
جنت کی آرزو میں ہے کیا فائدا حسینؑ
روضے سے تیرے، بڑھ کے ہے فردوس کیا حسینؑ
چکّھا ہے جس نے غم کا ترے ذائقا حسینؑ
خوشیاں تمام اس کو لگیں بے مزا حسینؑ
سب خاکِ پا فرشتے اٹھالائے عرش پر
کیوں کر ترازمیں پہ ملے نقشِ پا حسینؑ
فطرس سے حرؑ تلک کی یہ تاریخ ہے گواہ
جو دے سکا نہ کوئی وہ تو نے دیا حسینؑ
صدیوں نہ کرسکیں جو رسولوںؑ کی محنتیں
وہ کام دو پہر میں مرا کر گیا حسینؑ
قرآنِ کربلا پہ لکھا ہے سرِ ورق
''اسلام معجزہ ہے تو معجز نما حسینؑ''
تنویرؔ کو دکھا بھی دو روضے کی اک جھلک
پروردگارِ صبر، شہہ کربلا، حسینؑ

قطعہ

ذکرِ حسینؑ چھیڑ کے مداحِ اہلبیتؑ
کب سوچتے ہیں طوق و سلاسل قریب ہے
تجھ پر درِ حسینؑ جبیں سائی کے لئے
سر سے کہیں زیادہ مرا دل قریب ہے

قطعہ

جو دل کو کعبۂ الفت بنا کے رکھتے ہیں
وہ ہر عمل کو عبادت بنا کے رکھتے ہیں
شبیہِ روضۂ شبیرؑ جن کے گھر میں ہے
وہ اپنے گھر کو ہی جنّت بنا کے رکھتے ہیں

قطعہ

جنت بہت حَسین بنی ہے بنی رہے
سنتا ہوں بے پناہ سجی ہے سجی رہے
رضوانِ خلد دیکھ لے گر روضۂ حسینؑ
حیرت سے اس کی آنکھ کھلی کی کھلی رہے

منقبت

امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

طائر فکر وہ آزاد پرندا ہے حسینؑ!
میں یہاں وہ ترے روضے پہ ٹہلتا ہے حسینؑ

میرا ایماں، مرا کعبہ، مرا قبلا ہے حسینؑ
ساری دنیا سے الگ اک مری دنیا ہے حسینؑ

دے دی تو نے بشریّت کو مسلسل معراج
نازاں عاشور کی شب پر شبِ اسرا ہے حسینؑ

لاکھ سر دھنتا رہے طالبِ بیعت اپنا
عزم کا اپنی جگہ ایک ہمالا ہے حسینؑ

حبِّ حیدرؑ سے تو لبریز مرا دل ہے ہی
اس میں غم یہ ترا ، سونے پہ سہاگا ہے حسینؑ

مجھ کو اسلام ہی اسلام نظر آتا ہے
میری آنکھوں پہ ترے نام کا چشما ہے حسینؑ

بال و پر پا کے زباں سے نہ کہے بات الگ
دل سے فطرس کے مگر پوچھے کوئی، کیا ہے حسینؑ

حرؑ نے آتے ہی درِ شہہؑ پہ یہ برجستہ کہا
''صرف آئینہ نہیں آئینہ خانہ ہے حسینؑ''

دورِ حاضر کے یزیدوں سے بتا دو جا کر
پردۂ غیب میں اک آج بھی زندا ہے حسینؑ

ایک بہلول نے صدیاں ہوئیں کہہ رکھا ہے
جو ترے در کا ہے دیوانہ وہ دانا ہے حسینؑ

ہم شہنشاہِ شہیداں نہیں کہتے یوں ہی
اپنے اندازِ شہادت میں اکیلا ہے حسینؑ

خاک در در کی بھلا چھانوں میں کیونکر تنویرؔ
میرا عقبیٰ، مری بخشش کا ذریعا ہے حسینؑ

منقبت

سید سجاد علیہما السلام

وقار و زینِ عبادت ہیں سید سجادؑ
زبانِ حق و صداقت ہیں سید سجادؑ

خدا کے دین کے قسمت ہیں سید سجادؑ
کلامِ حق کی بلاغت ہیں سید سجادؑ

گواہی دیتے ہیں کوفے کے، شام کے خطبے
کہ سر پہ ظلم کے ضربت ہیں سید سجادؑ

ہیں سر سے پاؤں تلک حسن احمد مرسلؐ
علیؑ کا رعب و جلالت ہیں سید سجادؑ

شہادتوں کو بھی ہے ناز جس پہ بعد حسینؑ
وہ ذاتِ فخرِ شہادت ہیں سید سجادؑ

لقب خدا را نہ دو ان کو ''عابدِ بیمار''
خدا کے دین کی صحّت ہیں سید سجادؑ

سخاوتوں کی قسم یہ سخی ہیں ابنِ سخی
غرور و نازِ سخاوت ہیں سید سجادؑ

فضیلتیں جہاں سجدہ میں آکے سر رکھ دیں
ان عظمتوں کی بھی عظمت ہیں سید سجادؑ

فقط محافظِ اسلام ہی نہیں تنویرؔ
محافظِ بشریّت ہیں سید سجاد

مدح امام جعفر صادق علیہ السلام

ہے کب سے تشنہ یہ میخوار جعفر صادقؑ
مئے علوم ہے درکار جعفر صادقؑ

علوم خلق کے زخّار جعفر صادقؑ
نرالہ اپنے میں کردار جعفر صادقؑ

عناد و کذب کے صحرائے خارزار میں یہ
صداقتوں کا ہیں کہسار جعفر صادقؑ

ہر ایک آپ کا شاگرد ہے خدا کی قسم
خود اپنے آپ میں شہکار جعفرِ صادقؑ

جہاں فقیہوں کی آکر جبینیں جھکتی ہوں
وہ آپ ہی کا ہے دربار جعفرِ صادقؑ

علوم آپ کے کیونکر وہ ہضم کر پائیں
نسب کے جو بھی ہیں بیمار جعفر صادقؑ

جہالتوں کے سروں پر کھنچی ہوئی اب تک
ہیں ایک تیغ شرر بار جعفر صادقؑ

امام موسیٰ کاظمؑ یتیم ہوتے ہیں
محب ہیں سارے عزادار جعفر صادقؑ

شہید زہر دغاسے کیے گئے صد حیف
ہمارے سیّد و سردار جعفر صادقؑ

کھڑا ہے دیر سے تنویرؔ علم کا پیاسہ
ذرا سی علم کی بوچھار جعفر صادقؑ

مدح امام ضامن علیہ الصلوٰۃ والسلام

قوافی نغمہ زن ہیں صرفِ توصیفِ رضاؑ ہوکر
ردیفیں رقص کرتی ہیں عروسِ قافیا ہوکر

نہیں ممکن درِ آلِ محمدؐ کا گدا ہوکر
کروں غیروں کی میں مدحت ثنا خوانِ رضاؑ ہوکر

ضمانت میں رضاؑ کی خود کو دے کر گھر سے نکلا ہوں
سفر میں حادثے خود چل دیئے ہیں رہنما ہوکر

درِ آلِ محمدؐ بھی زمانہ سے نرالا ہے
یہاں پر جتنا جو مانگو وہ ملتا ہے سوا ہوکر

کوئی فردوس کا پوچھے پتہ تو اس سے کہہ دینا
سوئے فردوس جاتا ہے خراساں راستا ہوکر

رہِ توحید پر مر کر اَمَر ہوجاتا ہے انساں
فنا ہوتا نہیں کوئی رہِ حق میں فنا ہو کر

علیؑ فرزندِ موسیٰؑ کے قیامِ بادشاہت سے
''خراساں بن گیا کعبہ نظیر کربلا ہوکر''

برائے بحث آیا ایک نصرانی سوئے مولاؑ
بنایا اہلِ ایماں جانشینِ مصطفٰؐ ہوکر

فضیلت کے سمندر میں صدف ہیں فاطمہ زہراؑ
یہاں سے جو گہر نکلا ، وہ نکلا بے بہا ہوکر

کبھی احمدؐ نظر آئے، کبھی حیدرؑ نظر آئے
جمالِ مصطفٰی ہوکر، جلالِ مرتضٰیؑ ہوکر

نتیجے قسمتوں کے دیکھ کر سمجھا تو یہ سمجھا
جہنّم آدمی جاتا ہے بس تم سے خفا ہوکر

گدائے ابنِ کاظمؑ یعنی کرخی نے بتایا ہے
حکومت کیجئے دنیا پہ ڈیوڑھی کا گدا ہوکر

درِ آلِ محمدؐ کے تقدس کا تقاضہ ہے
جیو قول و عمل سے اس جہاں میں آئینہ ہوکر

پتہ مجھ کو چلا تصویر کو جاں بخش دینے سے
خدا کا کام کرتے ہو ، جہاں میں ناخدا ہوکر

فرشتے دیکھتے ہیں رشک آلودہ نگاہوں سے
یہ عظمت پائی ہے تنویرؔ نے مدحت سرا ہوکر

منقبت

امام ضامن علی رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام

جہاں بھی جہاں میں امامِ جہاں ہیں
وہاں بس گلستاں ہیں یا گُل ستاں ہیں

وہاں ہیں ، یہاں ہیں، عیاں ہیں، نہاں ہیں
سوالِ تجسس ہے، لیکن کہاں ہیں

ہیں ہم سب زمیں اور امامؑ آسماں ہیں
ذرا اونچے ہو ، ہم کہاں، وہ کہاں ہیں

وہ یہ دار ہووے کہ وہ دار ہووے
''رضاؑ کی حکومت میں دونوں جہاں ہیں''

میرے دیدۂ و دل میں رہتے ہیں مولا
یہی ان کے مسکن یہی آشیاں ہیں

جلا کر عدو بن رہے ہو چمن کے
مرے آشیانے دلِ گل ستاں ہیں

بہت خوف کھائی ہوئی گردشیں ہیں
سنا جب سے مولاؑ کے ہم مدح خواں ہیں

رضاؑ کی ضمانت میں نکلا ہوں گھر سے
ہو دم حادثوں میں تو،آئیں، کہاں ہیں

ہیں یوسفؑ عزیزِ نگاہِ زلیخا
مگر یہ عزیزِ شہہِ مرسلاںؑ ہیں

قدم ان کے جن جن زمینوں نے چومے
زمینیں نہیں ہیں وہ سب آسماں ہیں

ہماری خموشی میں بھی مصلحت ہے
نہ سمجھے زمانہ کہ ہم بے زباں ہیں

عجب شئے ہے تنویرؔ مدحت سرائی
کہ اہلِ خرد بھی مرے قدرداں ہیں

مدح حضرت علی رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام

پھول مدحت کے جو کاغذ پہ کھلا رکھتے ہیں
خود وہ فردوس میں گھر اپنا رکھتے ہیں

ہر مرض کے لئے اک خاص دوا رکھتے ہیں
گھر میں کچھ ہو نہ ہو، ہم خاکِ شفا رکھتے ہیں

نشّہ اسلام میں جائز نہیں لیکن ہم لوگ
الفتِ آلؑ محمدؐ کا نشا رکھتے ہیں

اختیاراتِ رضاؑ کیا ہیں گنائیں کیا کیا
مختصر یہ ہے کہ مرضیٔ خدا رکھتے ہیں

ہم تو بے خوف ضمانت میں رضاؑ کی دے کر
عَمداً رخ پہ ہواؤں کے دیا رکھتے ہیں

دیکھ کر غیروں کے حالات یہ کہنا ہی پڑا
"شکر اللہ کا ہم حبِّ رضاؑ رکھتے ہیں"

الفتِ آلؑ محمدؐ کی ہمیشہ دل میں
روشنی کے لئے اک شمع جلا رکھتے ہیں

نام تنویرؔ ، شرف آلؑ محمدؐ کا فقیر
صرف دو جملوں کا ہم اپنا پتا رکھتے ہیں

مدح امام حضرت علی رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہر شعر میں کچھ ایسا رقم قافیا کرو
جس پر ردیف خود کہے مجھ کو فدا کرو

گر چاہتے ہو اجرِ رسالت ادا کرو
تو پھر خلوصِ دل سے ثنائے رضاؑ کرو

تصویر کو اشارے سے جو جسم و جان دے
اس مظہرِ صفاتِ خدا کا پتا کرو

شمع ولائے آلؑ نبیؐ بجھ نہ پائے گی
تم کوششیں ہزار ہواؤں کیا کرو

ذکرِ رضاؑ تو عینِ عبادت ہے دوستو!
تاریخ کیا کہے گی کہ ذکرِ رضاؑ کرو

محسوس خود کروگے کہ ہم آسمان ہیں
تقلیدِ ورثہ دارِ شہِؑ لافتا کرو

رتبے میں ہے بلند خراساں کہ کربلا
اے ساکنانِ خُلد تمہیں فیصلا کرو

ہوجائے ایک شعر ہی مقبول بارگاہ
تنویرؔ صرف اتنی خدا سے دعا کرو

مدح امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام

بس مرے دل کو نہ کوئی اور ارماں چاہیئے
ہاں اگر کچھ چاہیئے ارضِ خراساں چاہیئے

کیوں نہ پھر اشعار کی بارش یہاں ہونے لگے
دل میں بس اُمڈا ہوا الفت کا طوفاں چاہیئے

اِس پھلے پھولے چمن کی تازگی کے واسطے
دینِ حق کو آٹھویں فصلِ بہاراں چاہیئے

بس یہی روزِ جزا کافی ہے بخشش کے لئے
الفتِ آلؑ نبیؐ کے ساتھ قرآں چاہیئے

جو نگہبانی مری ہر گام پر کرتا رہے
ایسا رہبر چاہیئے، ایسا نگہباں چاہیئے

سارا عالم آج نورانی نظر آنے لگے
ان کی آمد کی خوشی میں، یوں چراغاں چاہیئے

اتنی آساں بھی نہیں تنویرؔ یہ مدح رضاؑ
ان کی مدحت کے لئے تھوڑا سا عرفاں چاہیئے

منقبت امام دہم حضرت علی نقی علیہ الصلوٰۃ والسلام

سبیل جب نہ ہوئی کوئی تشنگی کے لئے
مئے ولائے نقیؑ پی لی زندگی کے لئے

نہ ہوتے آلِ محمدؐ تو تیرگی رہتی
یہ آفتاب ضروری تھے روشنی کے لئے

ہیں جو بھی ذاتِ علیؑ میں فضیلتیں پنہاں
فضیلتیں ہیں وہی سب علیؑ نقیؑ کے لئے

پسر ہے گود میں ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہے
نہ کیوں ہو آج کا دن عید سا تقیؑ کے لئے

تقیؑ کے گھر میں جو چمکا ہے آفتاب اس سے
اے چاند! مانگ لے کچھ نور، چاندنی کے لئے

امامؑ دے کے یہ ہاشم سے بولے خاکِ زمیں
یہ سونا، کافی ہے دنیا کی زندگی کے لئے

قریب آکے وہ قدموں پہ گر پڑے ان کے
قدم بڑھائے جنہوں نے بھی دشمنی کے لئے

نبوّتوں کا وہ تنویرؔ دور ختم ہوا
یہ سلسلہ ہے امامت کا ہر صدی کے لئے

مدح امام حسن عسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام

کچھ لطف چند روزہ اگر زندگی میں ہے
تو پھر وہ صرف مدحتِ آلِ نبیؐ میں ہے

آلِ نبیؐ کے ذکر نے بخشی ہیں عظمتیں
لفظوں کا ورنہ کھیل فقط شاعری میں ہے

میں جی رہا ہوں الفتِ آل رسولؐ پر
سب سے بڑی صفت تو یہی زندگی میں ہے

جو بات سچ ہے معجزۂ عسکریؑ میں ہے
راہب! وہ بات کب تری جادوگری میں ہے

ماہِ نقیؑ کے سامنے سورج بھی ماند ہے
مولا! عجیب بات تمہاری گلی میں ہے

آئینہ آئینہ کے مقابل ہے فرق کیا
''جو بات تھی نبیؐ میں وہی عسکریؑ میں ہے''

جو بھی ہے ایک صاحبِ ایمان کا عمل
قرآن و اہل بیتؑ کی وہ روشنی میں ہے

تنویرؔ اپنے شعر ہیں سب بہرِ بندگی
مدّاحئ امامؑ مری شاعری میں ہے

مدح امام مہدی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

طائر مری فکروں کا اس پیڑ پہ بیٹھا ہے
مدّاحی کا گل جس کی ہر شاخ پہ کھلتا ہے

ہشیار بہت میری فکروں کا پرندا ہے
لفظوں کی غذا چن کر میرے لئے لایا ہے

ہم کیا ہیں، محافظ جب خود دین کا زندا ہے
ناداں ہیں جو کہتے ہیں اسلام کو خطرا ہے

جب کثرتِ باطل نے نصراللہ سے پوچھا ہے
یہ کون سی قلّت میں طاقت پسِ پردا ہے

وہ مردِ مجاہد یہ ہنستے ہوئے کہتا ہے
یہ نصرت خالق ہے، مہدیؑ پہ بھروسا ہے

دنیائے ستم اپنی تاریخ بھلا بیٹھی
اب تک یہ سمجھتی ہے ایران اکیلا ہے

عباسؑ کے حصّے کی باقی ہے وغا اب تک
بس اس لئے اک وارث عباسؑ کا زندا ہے

سوچا بھی بہت تم کو چاہا بھی زیادا ہے
لیکن یہ لگا جیسے قطرہ لبِ دریا ہے

پانی پہ مصلّے کا اعجاز سنا جب سے
آنکھیں مری دریا ہیں پلکوں کا مصلاّ ہے

کردار کی زیبائش موقع ہے ابھی کرلیں
اچھا ہے چلو جب تک پردہ نہیں اٹھتا ہے

انکار وہ کرتے ہیں غیبت کا تو کرنے دو
سورج بھی ہواؤں سے سوچو کبھی بجھتا ہے

مانا کہ خفا ہو تم، خفگی بھی بجا، لیکن
یہ بھی تو ذرا سوچو، دیوانا تمہارا ہے

میں زخمِ جگر اپنے ترتیب اگر دے دوں
محسوس یہی ہوگا تحریر عریضا ہے

ہوتے ہوئے آنکھوں کے،سورج کا جو منکر ہے
دنیا اسے کہتی ہے یہ عقل کا اندھا ہے

قرآنِ مودّت کے تنویرؔ یہ سورے ہیں
اشعار کی صورت میں کہنے کو قصیدا ہے

قطعہ

میں چاہتا ہوں کروں ایسی مدحتِ قائم
کہ اہلِ خلد چلے آئیں داد فرمانے
وہ لا کے فکر سے مس کردے میری اے فطرس!
جو بال و پر تجھے بخشے ہیں میرے مولاؑ نے

منقبت

امامِ زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کررہا ہوں مدحتیں کونین کے سلطان کی
لگ رہا ہے پڑھ رہا ہوں آیتیں قرآن کی

ہیں نگاہیں منتظر اندیکھے اک مہمان کی
برکتیں آکر بڑھا دو میرے دستر خوان کی

مل گئی ہے اس کو شائد ماہِ نرجس کی جھلک
اور ہی ہے شان ، ماہِ نیمۂ شعبان کی

اک طرف انکارِ غیبت اک طرف محکم یقیں
ایک وہ ایمان ہے، اک قسم یہ ایمان کی

ذاتِ نصراللہ، و ذاتِ خامنہ آئی کے سبب
شہرتیں دنیا میں ہیں لبنان، کی ایران کی

اٹھ رہی ہیں انگلیاں قرآنِ صامت کی طرف
پھر ضرورت ہے جہاں کو بولتے قرآن کی

کربلا کے بعد پھر ہیں کربلائیں سامنے
تم ہی اب آؤ تو لیں ہم سانس اطمینان کی

یوں تو تا حدِّ نظر بس آدمی کی بھیڑ ہے
کس قدر قلت مگر دنیا میں ہے انسان کی

شکریہ کیونکر ادا یہ کر سکے گی کائنات
کوئی گنتی ہی نہیں ہے آپ کے احسان کی

پیاسی آنکھوں پر ترے دیدار کی بارش جو ہو
گلشنِ ہستی میں کِھل جائے کلی ارمان کی

پیروی و مدحتِ آلِ نبیؐ کا فیض ہے
بڑھ گئی ہیں عظمتیں تنویرؔ کے دیوان کی

قطعہ

چلی نہ ایک کسی کی جتن ہزار کیئے
طرح طرح سے زمانے نے ہم پہ وار کیئے
تمہیں تو آنے کا وعدہ کئے ہوئیں صدیاں
یہ ہم ہیں، وعدے پہ بیٹھے ہیں اعتبار کیئے

مدح امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

دور منزل ہے نظر میں، راستا درکار ہے
اے امامِ وقت تیرا نقشِ پا درکار ہے
کھل اٹھیں گے آج کاغذ پر مرے لفظوں کے پھول
صرف تھوڑی سی فضائے سامرا درکار ہے
کشتیٔ امّت پھنسی ہے پھر بھنور میں اے خدا
کشتیٔ امّت کو پھر اک ناخدا درکار ہے
بد نما ہیں آئینے، بے نور ان میں صورتیں
یا علیؑ! پھر آپ کا اک آئینا درکار ہے
فیصلے جھوٹے، زمانہ ہوگیا سنتے ہوئے
اب نظر کو میری، تیرا فیصلا درکار ہے
امّتِ احمدؐ ہوئی ہے پھر مرض میں مبتلا
پرچمِ عباسؑ کی اس کو ہوا درکار ہے
لا فتیٰ کی پھر سند جبریل لانا ہے تمہیں
دہر کو پھر ثانیٔ شیرِ خدا درکار ہے
ہے مکمل ہونے کو میری کتابِ زیست بھی
آپ کے دیدار کا بس حاشیا درکار ہے
قبر میں تنویرؔ کیا پھر کر سکے کوئی سوال
ہاں مگر زیرِ کفن خاکِ شفا درکار ہے

منقبت امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

شعور فکرو نظر حد سے گر گذر جائے
وہ اُس طرف نظر آئیں جدھر نظر جائے

ضرور میری فغاں میں اثر نہیں ورنہ
نہ آئیں وہ میری پرسش کو، اور خبر جائے؟

نہ ہو جو پیکرِ روحانیت زمانے میں
تو کائنات کی نبضِ رواں ٹھہر جائے

تلاشِ دولتِ دیدار میں جو نکلا ہو
وہ خالی ہاتھ بھلا کیا پلٹ کے گھر جائے

جسے کسی سے ہو الفت وہ اُس سے دور رہے
اب ایسے میں کوئی زندہ رہے ، کہ مرجائے

اٹل ہے وعدہ تمہارا، ہمارا شوقِ دید
اب اس میں کون ہے وعدے سے جو مکر جائے

یہ میرا حال ہوا ہے اب اُن کی فرقت میں
نہ جانوں رات کب آجائے، کب سحر جائے

اسے خدا کی خدائی میں بھی پناہ نہیں
جو ایک بار نظر سے تری اتر جائے

دعا بس اتنی ہے تنویرؔ زندگی اپنی
ثنائے آلِ پیمبرؐ ہی میں گذر جائے

منقبت امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

یارب! اثر وہ دے مرے طرزِ بیان کو
گویائی میری چھولے حدِ لامکان کو

دنیا! مرے نہ دیکھ جبیں کے نشان کو
یہ دیکھ سر جھکا ہے تو کس آستان کو

مدّت سے ڈھونڈھتی ہے زلیخائے شوقِ دید
روئے زمیں پہ تیرے قدم کے نشان کو

بس تم کرو اشارہ تو قدموں میں ڈال دیں
ہم تو لئے کھڑے ہیں ہتھیلی پہ جان کو

صدیاں ہوئیں سنے ہوئے اکبرؑ کے لحن میں
تم آکے دے دو طرز وہی پھر اذان کو

پانی کو ہے سکوت مصلّے کے بچھتے ہی
لیکن سمندروں میں ہے لرزش چٹان کو

ویرانہ پن ہے کعبے میں صدیوں سے آج تک
تم آؤ ، تو مکین ملے گا مکان کو

کیا جانیں انتظار کی لذّت ہمارے غیر
ہیرے کی قدر ہوتی ہے بس قدردان کو

طوفاں میں ناخدا پہ بھروسہ تھا اس لئے
کشتی سے میں نے کھول دیا بادبان کو

ہے پوچھنا تو پوچھیں گے آلِ نبیؐ سے ہم
''عیسیٰ سے ہم نہ پوچھیں گے قائم کی شان کو''

پیغام ہے یہ آلِ نبیؐ کا جہان کو
رکھو لگا کے سینے سے امن و امان کو

تفریق کو مٹا کے کرے گا جو اتحاد
چومے گا امن اُسکے قدم کے نشان کو

لائق تو اس کے کرلو تم اپنے مکان کو
پھر شوق سے بلاؤ امامِ زمانؑ کو

یادیں بسائے رکھی ہیں تنویرؔ نے تری
سونا کبھی کیا نہیں دل کے مکان کو

قطعہ

زندگی موت کی جانب ہی کھنچی جائے ہے
چند سانسوں کا مجھے اب یہ سفر لگتا ہے
کہیں ایسا نہ ہو تم آؤ چلے بھی جاؤ
اب تو پلکیں بھی جھپکتے ہوئے ڈر لگتا ہے

منقبت

امام زمانہ علیہ الصلاۃ والسلام

ایسے بھی کیا وعدہ کرکے بھول جانا چاہیے
ایک مدت ہوگئی ہے اب تو آنا چاہیے

ہم تمہارے منتظر ہیں، تم خدا کے حکم کے
فیصلہ دونوں کے حق میں منصفانا چاہیے

چار دن کی زندگی اور داستاں اتنی طویل
داستانِ ہجر کہنے کو زمانا چاہیے

کوئی تو ہے ناخدائے کشتئ دینِ خدا
ورنہ اِس کشتی کو اب تک ڈوب جانا چاہیے

اک کہاوت ہے کہ کچھ کھونے پہ ہی ملتا ہے کچھ
ہم نے صدیاں کھوئیں ہیں اب تم کو پانا چاہیے

اٹھ گیا دنیا سے پردہ تم بھی پردہ چھوڑ دو
اِس سے بہتر کون سا تم کو بہانا چاہیے

ہم نہیں کہتے کہ ہم ہیں بے خطا لیکن حضور
کم سے کم ہم عاشقوں کو آزمانا چاہیے

جا بجا رکھدو چراغ دل جلا کر اس طرح
گوشہ گوشہ اِس زمیں کا جگمگانہ چاہئے

آگیا صحنِ چمن میں لو بہاروں کا امامؑ
آج خاروں سے بھی کہہ دو مسکرانا چاہئے

چار جانب سے ستم کی اٹھ رہی ہیں آندھیاں
''مقتضائے وقت ہے مولاؑ کو آنا چاہئے''

اپنا یہ پیغام ہے تنویرؔ دنیا کے لئے
اپنی منزل اپنا جادہ خود بنانا چاہئے

قطعہ

شوقِ دیدار دل میں جو ہوتا، ان کے بتلائے رستے پہ ہوتے
اُن کو آنا ہے کس رہگذر سے ،لوگ کس رہگذر پر کھڑے ہیں
وہ مجھے دیکھتے ہیں ہمیشہ، میں نہ دیکھوں تو ان کی خطا کیا
ان کے چہرے پہ پردہ نہیں ہے، میری آنکھوں پہ پردے پڑے ہیں

★★★

منقبت امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

زہراؑ کا اک چاند ابھی تو پردے کے اس پار میں ہے
چرچہ اس کے حسن کا لیکن سارے ہی اخبار میں ہے

رنگ اخوّتِ جس کے عمل میں، بوئے وفا کردار میں ہے
میرے مولا! سچ تو یہی ہے وہ تیرے انصار میں ہے

ظلم وستم پر دنیا اپنے، نازاں ہے آ بھی جاؤ
دیکھ تو لے یہ دنیا کتنا پانی تری تلوار میں ہے

ضد یہ اُنہیں ہے رہبر مانو، ہم سے نہ ہوگا یہ مولا
جن کا سارا دین و ایماں درہم میں دینار میں ہے

غیب پہ ہے ایمانِ محکم، کیسی غیبت جلوت کیا
ہجر میں تیرے لطف ہے جتنا، اُتنا ہی دیدار میں ہے

قول وعمل پر غور کریں ہم، اپنے پتہ چل جائے گا
ضد کا پہلو کتنا ہمارے کردار و گفتار میں ہے

منقبت

امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حسن میں ایسا کہ عباسؑ دلاور ہوگا
اور شجاعت میں وہ ہم پلۂ حیدر ہوگا

بات جب حد سے بڑھی ہے تو یہ کہنے دیجئے
''ان کو دیکھیں گے تو احساسِ پیمبر ہوگا''

کب فرشتوں کو شرف ایسا میسّر ہوگا
جو شرف مجھ کو میسّر سرِ منبر ہوگا

جو ثناخوانِ درِ آلؑ پیمبرؐ ہوگا
اس کا گھر، گھر نہیں وہ مدح کا دفتر ہوگا

شرم آئے گی تجھے چاند ! چمک پر اپنی
چاند جس وقت مرا پردہ سے باہر ہوگا

جوہری نے جسے پردہ میں چھپا رکھا ہے
کتنا وہ قیمتی اُس کے لئے گوہر ہوگا

جس نے دروازہ پہ لکھ رہا ہے نامِ مہدیؑ
کالی راتوں میں بھی گھر اس کا منوّر ہوگا

سچ ہے مہدیؑ کی جو غیبت کا کرے ہے انکار
شک یقینا اسے قرآن کے اوپر ہوگا

جس کی تقدیر میں دیدار ترا لکھا ہے
بس وہی اپنے مقدّر کا سکندر ہوگا

جس پہ تنویرؔ مرے مولاؑ کی ہوں گی نظریں
کیوں نہ مشہور وہ دنیا میں سخنور ہوگا

مدح قائم آلِ محمدؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہمارے صبر، تحمّل، سکوں، قرار کی حد
تمہارے وعدے پہ ٹھہری ہے اعتبار کی حد
جہاں پہ سرحدِ امکاں تمام ہوتی ہے
شروع میری وہاں سے ہے انتظار کی حد
اشارتاً سہی، کب آؤ گے، یہ بتلادو
تمہیں خدا کے ہے معلوم اختیار کی حد
عریضہ میں نہ لکھی اب کی داستان غم
''عریضہ بھیج کے پوچھی ہے انتظار کی حد''
میں انتظار میں دن گن رہا ہوں برسوں سے
تمام ہوگی کہاں جاکے یہ شمار کی حد

قصیدہ

درمدح امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

زینتِ بزم بڑھادو تو مزا آجائے
چار چاند آکے لگا دو تو مزا آجائے

پردۂ غیب اٹھادو تو مزا آجائے
اپنے جلووں کو دکھا دو تو مزا آجائے

کتنی صدیوں سے ہیں دیدار کی پیاسی آنکھیں
دید کا جام پلادو تو مزا آجائے

جب تم آؤ گے قیامت بھی تبھی آئے گی
تم قیامت ہی بلادو تو مزا آجائے

تم نے آنے کا بہت پہلے کیا تھا وعدہ
آج وعدے کو نبھا دو تو مزا آجائے

اک چراغ اپنا جلا کر کے زمانے بھر کے
سب چراغوں کو بجھا دو تو مزا آجائے

ہم نے دل اپنا اک عرصہ سے سجا رکھا ہے
اس کو کعبہ سا بنادو تو مزا آجائے

بازوؤں میں ہے تمہارے وہی زورِ حیدرؑ
قلعۂ ظلم گرادو تو مزا آجائے

ایک مدت سے ہیں عیسیٰؑ کے بھی سجدے بیچین
ہاں نماز آکے پڑھا دو تو مزا آجائے

سر کے بل چل کے ہم آئیں گے تمہارے در تک
تم پتہ اپنا بتا دو تو مزا آجائے

پھر اٹھانے لگے سر، مرحبِ شرک و بدعت
تیغ سے ان کو سزا دو تو مزا آجائے

اے بن روحؒ عریضے کے عوض میں مجھ کو
میرے مولا سے ملادو تو مزا آجائے

منکرو! ہے لب تنویرؔ پہ مدح مولاؑ
آؤ سولی پہ چڑھادو تو مزا آجائے

منقبت امام زمانہ علیہ الصلوۃ والسلام

جب جب بھی برسے ذہن پر، بادل مرے افکار کے
تب تب گل مدحت کھلے، قرطاس پر اشعار کے

یہ کش مکش کیا خوب ہے، دونوں کی حالت ایک سی
وہ تابعِ حکم خدا، ہم منتظر دیدار کے

ہم تو مکمل چاہتے ہیں، کرنا ان سے عرض حال
اور لوگ یہ کہتے ہیں، ہوتے کان ہیں دیوار کے

وہ دل کی آنکھوں کو نظر، آنے لگیں کے خود بخود
ہے شرط یہ ہم صاف کرلیں، آئینے کردار کے

کیا ان کے قابل گھر ہے اپنا، دو گھڑی وہ رہ سکیں
گھر تک قدم سوچو، اگر آ بھی گئے سرکار کے

اے وارث تیغ علیؑ! اے ورثہ دارِ بت شکن!
اب آ بھی جا دکھلانے جوہر حیدری تلوار کے

وہ قافلے منزل تلک، پہنچے ہوں ممکن ہی نہیں
جو ہٹ گئے نقشِ قدم سے قافلہ سالار کے

دو گے دوائے دید کب اپنے مریضِ ہجر کو
نکلیں گے آخر کب تلک ارماں دلِ بیمار کے

تنویرؔ نذرانے عقیدت کے یہاں لاتے ہیں سب
فن کا نہ لیجئے امتحاں اس بزم میں فنکار کے

استغاثہ

بحضورِ مہدیٔ آخرالزّماں علیہ الصلوۃ والسلام

اے امامِ زماں اے امامِ زماں
منتظر ہے تمہارا یہ سارا جہاں

اے خدا اتنی توفیق دے دے ہمیں
فوج مہدیؑ کے ہم بھی سپاہی بنیں
آئیں راہوں میں کتنی ہی دشواریاں
اے امامِ زماں اے امامِ زماں

فاطمہؑ دیں دعائیں تو کچھ بات ہو
ان کا دیدار پائیں تو کچھ بات ہو
رو برو ہم کہیں وہ سنیں داستاں
اے امامِ زماں اے امامِ زماں

دیں کی آواز ہے وقتِ امداد ہے
تم سے فریاد ہے تم سے فریاد ہے
تم ہی اسلام کے آج ہو پاسباں
اے امامِ زماں اے امامِ زماں

بیچا جانے لگا دین ، اندھیر ہے
تم ہی بتلاؤ آنے میں کیا دیر ہے
نائبوں پر تمہارے اٹھیں انگلیاں
اے امامِ زماں اے امامِ زماں

کربلا جیسا عالم یہ پھر ہوگیا
حق بیانی پہ پھر پہرا لگنے لگا
آج میثمؑ کی پھرکٹ رہی ہے زباں
اے امامِ زماں اے امامِ زماں

علم سے کوئی ملّت کا رشتہ نہیں
عقل سے اس کو کچھ لینا دینا نہیں
جہل کی چار جانب ہیں تاریکیاں
اے امامِ زماں اے امامِ زماں

گرم بیچا عقائد کا بازار ہے
بس توہّم میں دنیا گرفتار ہے
بیجا رسموں کی اٹھنے لگیں آندھیاں
اے امامِ زماں اے امامِ زماں

تم جو چشمِ عنایت نہ کرتے کہیں
ہم تو ہوجاتے ایسے کے تھے ہی نہیں
اپنے شیعوں پہ تم کتنے ہو مہرباں
اے امامِ زماں اے امامِ زماں

خنجر ظلم تھا اور شہہؑ کا گلا
واحسینا کی گونجی فضا میں صدا
کانپ اُٹھّی زمیں روپڑا آسماں
اے امامِ زماں اے امامِ زماں

ظالموں کے تھے یہ کربلا میں ستم
بے ردا ہوگئے تیرے اہلِ حرم
ہائے ہاتھوں میں باندھی گئی ریسماں
اے امامِ زماں اے امامِ زماں

لے کے آؤ علم تم جب عباسؑ کا
اور انصار کا ساتھ ہو قافلا
کاش ہم بھی رہیں شاملِ کارواں
اے امامِ زماں اے امامِ زماں

ظالموں نے یہ کی ظلم کی انتہا
دیکھ کر جس کو سورج بھی شرما گیا
بے ردا جب پھرائی گئیں بیبیاں
اے امامِ زماں اے امامِ زماں

جو گذرتی ہے تنویرؔ کس سے کہے
آشیاں کے لئے جب بھی تنکے چُنے
آسماں پر کڑکنے لگیں بجلیاں
اے امامِ زماں اے امامِ زماں

بحضور امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کچھ تو بتلاؤ ہے آنے کا ارادہ کب تک
سرد آہیں یہ مرے دل کا تڑپنا کب تک
میں جلائے رہوں کب تک یہ امیدوں کے چراغ
کب تلک پلکیں بچھائے رہوں راہوں میں تری
کتنے طوفان سمیٹے ہوں میں اپنے دل میں
داستانِ غمِ فرقت میں سناؤں کس کو
دل کو دیتا رہوں اپنے میں دلاسہ کب تک
کچھ تو بتلاؤ ہے آنے کا ارادہ کب تک

جب بھی آہٹ کوئی محسوس مجھے ہوتی ہے
ڈھونڈنے لگتیں ہیں بس میری نگاہیں تم کو
تیز ہوجاتی ہے اس وقت یہ دل کی دھڑکن
ہے اگر آنا ہی تم کو تو چلے بھی آؤ
امتحاں میری محبت کا کہاں تک لوگے
میں پریشاں ہوں کہ اپنوں سے یہ پردہ کب تک
کچھ تو بتلاؤ ہے آنے کا ارادہ کب تک

حسن میں سنتا ہوں تم اپنی ہو خود ایک مثال
حسنِ یوسفؑ بھی تمہیں دیکھ کے شرماتا ہے
چند سانسیں مری باقی ہیں ابھی آجاؤ
اک نظر دیکھ لوں آنکھوں میں بصارت ہے ابھی
کس کو معلوم ہے کب دھڑکنیں دل کی تھم جائیں
جسم کا روح سے باقی ہے یہ رشتہ کب تک
کچھ تو بتلاؤ ہے آنے کا ارادہ کب تک

جانے کیا کیا یہ ہمیں اہل جہاں کہنے لگے
ہم سے کہتے ہیں کہ اب کوئی نہیں آئے گا
منتظر کس کے ہو تم کون ہے آنے والا
بے سروپا کے سوالات کیا کرتے ہیں
خود ہی تم آ کے انہیں دے دو سوالوں کے جواب
ہم جہاں بھر کا سنیں روز یہ طعنہ کب تک
کچھ تو بتلاؤ ہے آنے کا ارادہ کب تک

پھر زمانے نے بہت سر کو اٹھا رکھا ہے
ظلم کے پاؤں نکل آئے ہیں پھر چادر سے
پھر نظر آنے لگے ہیں ہمیں راہوں پہ یزید
پھر ضرورت ہے کوئی آئے حسینؑ ابن علیؑ
سنتا ہوں باقی ہے پردہ میں ابھی ایک حسینؑ
میرے مالک ! یہ اٹھائے گا تو پردہ کب تک
کچھ تو بتلاؤ ہے آنے کا ارادہ کب تک

میری باتیں ابھی پوری نہ ہوئی تھیں کہ لگا
جیسے باتوں کا مری دینے لگا کوئی جواب
اس نے پوچھا کہ مری دید کے مشتاق ہو تم؟
اپنے کردار پہ بھی غور کیا ہے تم نے
منتظر میرے ہو تم اس کا یقیں کیسے کروں
اس طرح جھوٹی محبت کا یہ دعویٰ کب تک
کچھ تو بتلاؤ ہے آنے کا ارادہ کب تک

پہلے کردار سنوارو تو بلانا مجھ کو
میں بلانے کی بھی تم کو نہیں دوں گا زحمت
نیک عمل دیکھ کے میں خود ہی چلا آؤں گا
تم رہِ حق پہ چلو بس یہی ارماں ہے مرا
دل سے تنویرؔ پکارو گے ضرور آؤں گا
تب نہ یہ کہنا پڑے گا ، ہے ارادہ کب تک
خود بتادوں گا تمہیں ، مجھ کو ہے آنا کب تک
منتظر دید کے تم ہو تو ضرور آؤں گا
آؤں گا آؤں گا اک روز ضرور آؤں گا

کربلا کا تعارف

پوچھتے ہو کہ کربلا کیا ہے
یہ بتاؤ تمہیں ہوا کیا ہے

شرپسندوں کی مہربانی ہے
ورنہ قصہ نہ یہ کہانی ہے

کربلا درسگاہِ عالم ہے
درس جتنا یہاں سے لو کم ہے

کربلا نام ہے حقیقت کا
کربلا نام ہے اطاعت کا

عظمتوں کا یہ اک منارہ ہے
کربلا دین کا سہارا ہے

کر بلا دین کا مقدر ہے
یعنی اسلام کی یہ محور ہے

اس کے ذرّات مثلِ ماہ و نجوم
دونوں عالم میں اس زمیں کی دھوم

بو وفا کی ہے اس کے ذروں میں
ایسی خوشبو کہاں ہے پھولوں میں

ایک دفتر ہے یہ عریضوں کا
یہ شفا خانہ ہے مریضوں کا

دین اس کے بغیر مہمل ہے
کربلا دیں کے سر پہ آنچل ہے

کربلا اک کھلی کتاب بھی ہے
حشر تک خود میں لا جواب بھی ہے

اس نے بگڑے ہوئے بنائے مزاج
اس نے انسانیت کی رکھ لی لاج

اس نے گمناموں کو دیئے ہیں نام
شاہی بخشی انہیں جو کل تھے غلام

کربلا وجہ آدمیّت ہے
کربلا اس زمیں پہ جنّت ہے

کربلا ہے تو کعبہ باقی ہے
کربلا ہے تو سجدہ باقی ہے

کربلا کا پیام امن و اماں
معتقد کربلا کا سارا جہاں

سر جھکائے یہیں حکومت نے
دم یہیں توڑا سیلِ بیعت نے

کربلا جاننے کی چیز بھی ہے
اور پہچاننے کی چیز بھی ہے

کربلا میں یہ ہم نے دیکھا ہے
موت پر زندگی کا قبضہ ہے

صبر، ایثار، عزم، اور وفا
کربلا میں یہ سب ملے یکجا

کربلا خصلتیں بدلتی ہے
کربلا صورتیں بدلتی ہے

امن کی یہ پناہ گاہ بھی ہے
کربلا اپنی خود گواہ بھی ہے

کربلا ذہنوں کو جھنجھوڑتی ہے
نقش اپنا دلوں پہ چھوڑتی ہے

تخت یہ اور نہ تاج مانگتی ہے
بس عمل کا خراج مانگتی ہے

یہ نظر ہے جو بس ترستی ہے
کربلا ورنہ دل میں بستی ہے

راہِ تنویرؔ کربلا تک ہے
یعنی یہ سلسلہ خدا تک ہے

کربلائی سماج

کربلائی سماج کی باتیں
ہیں ہمارے مزاج کی باتیں

ہم حسینی ہیں ، بھول کر ہم سے
مت کرو تخت و تاج کی باتیں

شبِ عاشور ناصرانِ حسینؑ
کررہے ہیں سراج کی باتیں

ذکرِ ماضی ہے وقت بربادی
حرؑ سے کیجئے بس آج کی باتیں

بغضِ حیدرؑ نکال کر دل سے
کچھ کرو کام کاج کی باتیں

باہمی اتحاد پیدا ہو
کیجئے احتیاج کی باتیں

کتنی بے شرم ہوگئی دنیا
آج عنقا ہیں لاج کی باتیں

ڈھونڈنے نکلو جادۂ معراج
چھوڑو رسم و رواج کی باتیں

میں ہوں تنویرؔ روشنی کا نقیب
میں کروں گا سراج کی باتیں

سلام

کیا نہ پایا مدحتِ آلِؑ پیمبرؐ کے طفیل
بن کے دریا بہہ رہا ہوں میں سمندر کے طفیل

آئینوں کی قدر و قیمت کیا کوئی پہچانتا
آئینے باقی اگر ہیں بس تو جوہر کے طفیل

مر گیا عزمِ یزیدی شہہؑ کے اک انکار سے
آج تک اسلام ہے زندہ بہترؑ کے طفیل

کتنے ہی تاریخ کے اوراق پر ہیں سورما
ہاں مگر جانیں بچیں سب کی توحیدرؑ کے طفیل

سُن کے کلمہ سنگریزوں کا مسلماں ہوگئے
سنگ دل ، مومن بنے جاتے ہیں پتھر کے طفیل

بعدِ عاشورہ نہ ہوتی مسجدوں سے یہ اذاں
نعرۂ تکبیر باقی ہے تو اکبرؑ کے طفیل

حشر تک لہرائے گا اب پرچمِ دینِ خدا
سر بلندی پالی عبّاسِؑ دلاور کے طفیل

لہجۂ قرآں میں باتیں وہ بھی اک گھر کی کنیز
یہ شرف فضہؑ کو ہے زہراؑ! ترے گھر کے طفیل

حوصلہ مجھ کو حبیب ابنِ مظاہرؑ سے ملا
حق بیانی میثمِ تمّارؑ و بوذرؑ کے طفیل

خلد میں تنویرؔ ہم جائیں گے زہراؑ کی قسم
پیروی و مدحتِ شبیرؑ و شبرؑ کے طفیل

سلام

ہر خوشی اپنی غمِ شبیرؑ کے سائے میں ہے
اپنا سارا غم اسی تاثیر کے سائے میں ہے

لاکھ موقع ہو خوشی کا یا کوئی غم کی گھڑی
ہر عمل اپنا غمِ شبیرؑ کے سائے میں ہے

یوں تو کہنے کے لیئے ہر کوئی ہے سجدہ گزار
کربلا والوں کا سجدہ تیر کے سائے میں ہے

کوئی بھی دعوائے اہلِ بیت اب کرتا رہے
ہے وہی، جو چادرِ تطہیر کے سائے میں ہے

کتنا خوش قسمت تھا حرؑ جو مل گئے اس کو حسینؑ
آج تک حرؑ دامنِ شبیرؑ کے سائے میں ہے

خوابِ ابراہیمؑ رہ جاتا ادھورا حشر تک
کربلا اُس خواب کی تعبیر کے سائے میں ہے

★★★

سلام

بہرِ مدحت جب مرے دل سے دعا چلنے لگی
میں نے دیکھا فکر سوئے کربلا چلنے لگی

میں غلامِ حضرتِ عباسؑ جس دن سے ہوا
پیچھے پیچھے میرے اس دن سے وفا چلنے لگی

خشک دریا اپنے خوں سے بھر دیا شبیرؑ نے
جو رکی تھی کشتیٔ دینِ خدا چلنے لگی

دستِ حیدرؑ کی صفت کہیئے کہ شانِ ذوالفقار
جب بھی اٹھی ، دیکھ کر اچھا برا ، چلنے لگی

تیز لَو ہوتے گئے صبرِ حسینی کے چراغ
جس قدر ظلمِ یزیدی کی ہوا چلنے لگی

دور سے اے لوگو! اپنا ایسی کشتی کو سلام
جو سمندر میں بغیرِ ناخدا چلنے لگی

مرگیا عزمِ یزیدی روزِ عاشورہ کے بعد
''بعدِ سرور نبضِ دینِ مصطفےٰؐ چلنے لگی''

تھک گئی جب قبلِ عاشورہ نہ منزل پاسکی
قسمتِ حُرؑ تب بدل کر راستا چلنے لگی

آرہی ہے مجھ کو خوشبوئے وفا اس بزم سے
پرچمِ عباسؑ کی شائد ہوا چلنے لگی

کر کے میں نادِ علیؑ کا ورد جب گھر سے چلا
سر پہ میرے ساتھ رحمت کی گھٹا چلنے لگی

پیروی و مدحتِ شبیرؑ ہے تنویرؔ خوب
عقل اپنی کتنا اچھا راستا چلنے لگی

سلام

دولتِ غمِ حسینؑ پا کے کیا نہیں ملا
ہم کو تاج و تخت کیا ، ملا ملا نہیں ملا
دنیا ٹھوکروں میں ہے ، بہشت انتظار میں
یہ بجز مرے کسی کو مرتبا نہیں ملا
کہہ کے یاعلیؑ قدم ، ہم نے جب بڑھا دیئے
جس میں آئیں مشکلیں وہ راستا نہیں ملا
کربلا سے ہوکے جو بہشت کی طرف چلا
درمیاں میں اس کو کوئی فاصلا نہیں ملا
میرے راہ بر بشکلِ مصطفےٰؐ ہیں حشر تک
در بدر پھریں وہ ، جن کو رہنما نہیں ملا
کل مقابلہ میں جو بھی آئے تھے حسینؑ کے
ان کی قبر کا بھی کچھ ہمیں پتا نہیں ملا
جس میں دین کا ہر ایک پہلو آسکے نظر
اک سوائے کربلا وہ آئینا نہیں ملا

سلام

شبیرؑ کا غم فاطمہ زہراؑ کی دعا ہے
اور فرشِ عزا ثانئ زہراؑ کی عطا ہے

آنسو کا جو قطرہ مری پلکوں پہ سجا ہے
قیمت میں وہ ہم پلۂ فردوس ہوا ہے

ہم بانٹ رہے ہیں غمِ شبیرؑ کی دولت
اور یہ ہے زمانہ ، کہ ہمیں سے ہی خفا ہے

بیعت کا طلب گار بھی نادان ہے کتنا
جس شاخ پہ بیٹھا ہے وہی کاٹ رہا ہے

بے نام و نشاں ہوگئے بیعت کے طلبگار
بیعت کے تقاضہ کا یہ چھوٹا سا صلا ہے

حرؑ ہے درِ جنت کے لئے میل کا پتھر
جنت میں پہونچنے کا یہ آسان پتا ہے

وہ مجلسِ شبیرؑ ہو یا ماتمِ شبیرؑ
اسلام کی تبلیغ نہیں ہے تو یہ کیا ہے

عباسؑ نظر پھیرے کھڑے ہیں لبِ دریا
دریا ہے کہ بڑھ بڑھ کے قدم چوم رہا ہے

ٹکرا کے پلٹ جاتی ہیں چوکھٹ سے بلائیں
جس روز سے دروازے پہ عبّاسؑ لکھا ہے

اس شہرِ جوانی میں جسے کہتے ہیں جنّت
تنویرؔ کو ہر بیت پہ اک بیت ملا ہے

سلام

وہ جن کا آلِؑ محمدؐ سے سلسلا کم ہے
یقینا ان سے ہمارا بھی واسطا کم ہے
یہ کون کہتا ہے جنت ہے ، آنسوؤں کی جزا
خدایا گر یہ جزا ہے ، تو پھر جزا کم ہے
بتا گئے ہیں ہمیں حرؑ یہ صبحِ عاشورہ
درِ حسینؑ سے جنّت کا فاصلا کم ہے
فرشتو! خلد کا اصرار مت کرو مجھ سے
مری نظر میں یہ کرب و بلا ہی کیا کم ہے
ہمارے قدموں میں دنیا کی دولتیں رکھ دو
مگر ان اشکوں کا پھر بھی معاوضا کم ہے
مرے خزانۂ دل میں ہے دولتِ غمِ شہہؑ
کسی رئیس سے کیا میرا مرتبا کم ہے
علیؑ کی مدح میں تنویرؔ جتنا لکھ ڈالو
یہی ہمیشہ لگے گا تمہیں ، لکھا کم ہے

سلام

باغِ جنت اور کچھ ہے ، کربلا کچھ اور ہے
جیسے جوہر اور کچھ ہے ، آئینا کچھ اور ہے

اپنا ہر لمحہ ، غمِ سرورؑ میں ہے ڈوبا ہوا
زندگی جینے کی اپنی یہ ادا کچھ اور ہے

جز علیؑ سورج کوئی پلٹا کے دکھلائے ہمیں
جادو کرنا اور کچھ ہے ، معجزا کچھ اور ہے

بغضِ حیدرؑ کی چبھن معلوم ہوگی آپ کو
حبِّ حیدرؑ کا مگر اپنا مزا کچھ اور ہے

زندگی ، حیدرؑ بھی اور عیسیٰ بھی دیتے تھے مگر
حکم دینا اور کچھ ہے ، التجا کچھ اور ہے

ہم حسینی کی نظر میں کیا حقیقت خلد کی
ہم عزاداروں کی محشر میں جزا کچھ اور ہے

میں ہوں مدّاحِ علیؑ تنویرؔ کہتے ہیں مجھے
سن لے رضواں ! خلد میں درجہ مرا کچھ اور ہے

★★★

سلام

ہم عزاداروں کا کیا ہے مرتبا دیکھا کرو
ہم کو یہ غم خلد تک لے جائے گا دیکھا کرو

کیا لگا پاؤ گے تم سب ذکرِ شہہؑ پر بندشیں
آئینہ میں شکل بھی اپنی ذرا دیکھا کرو

تم علیؑ کا کر رہے ہو اپنے والوں میں شمار
کھول کر آنکھیں کبھی اچھا برا دیکھا کرو

حُرؑ کی طرح جانے کتنے جا رہیں ہیں خلد تک
تم کھڑے اپنی جگہ ، بس راستا دیکھا کرو

آستیں کا سانپ بن کر کوئی اپنوں میں نہ ہو
غور سے یہ بھی ذرا اہلِ عزا دیکھا کرو

فتح خیبر کے لئے کس کو نبیؐ دیں گے علم
کس کے حق میں ہوگا اب یہ فیصلا دیکھا کرو

مشکلو تم بھول سے بھی مت وہاں جایا کرو
جس جگہ پر نام حیدرؑ کا لکھا دیکھا کرو

تم کو رضواں خلد تک تنویرؔ خود لے جائے گا
تم فقط دل کی نظر سے کربلا دیکھا کرو

سلام

کہنے کی یہ بات نہیں ہے ، کہنا وہنا کیا
شیدائے حیدرؑ کی نظر میں ، دنیا ونیا کیا

لاکھ نمازیں پڑھتے رہو تم ، بغضِ حیدرؑ میں
حبِّ علیؑ گر دل میں نہیں ، تو سجدہ وجدا کیا

قبلِ علیؑ تو ہین بہت کی ، کعبہ کی تم نے
ہمّت ہو تو آج کہو تم ، کعبہ و عبا کیا

چاہے وہ عباسؑ جری ہوں ، چاہے اصغرؑ ہوں
حیدرؑ کے گھر سب حیدرؑ ہیں ، بچہ وچّا کیا

تیغِ علیؑ کے جوہر ہیں ، عباسؑ کی نظروں میں
دریا پر اے فوجِ عدو ! یہ پہرا وہرا کیا

بازوؤں میں عباسؑ کے زورِ فاتحِ خیبر ہے
چاہیں تو لے آئیں سمندر ، دریا وریا کیا

دیوانوں سارہ کر کام ، کرے دانائی کے
سوچو! وہ بہلول تھا کوئی ایسا ویسا کیا

جنت تو تنویرؔ کی ہے ہی ، رضواں کیا دے گا
پھر بھی اشکِ عزا دے دیں گے ، سودا وودا کیا

سلام

زمین سکتے میں ہے ، آسمان چپ کیوں ہے
حسینؑ بول رہے ہیں، جہان چپ کیوں ہے
حسینؑ صدیاں ہوئیں کر گئے تھے جب انکار
یزیدِ وقت کی اب تک زبان چپ کیوں ہے
یہ چھ مہینے کے بچّے سے اتنا خوف و ہراس
بتا، اے صاحبِ تیرو کمان چپ کیوں ہے
ابھی تو خطبۂ سجادؑ ہونا باقی ہے
موذّن! ہونے دے اپنی اذان چپ کیوں ہے
یہ کیسی حرؑ ترے چہرے پہ اب اداسی ہے
حسینؑ جیسا ترا قدردان ، چپ کیوں ہے
وہ دیکھ شہرِ خموشاں تھا حرؑ، یہ شہرِ حیات
اِدھر یقین اُدھر تھا گمان ، چپ کیوں ہے
نہ کربلا سے سبق لے جہاد کا، نہ سہی
اب آج پڑگئی آفت میں جان چپ کیوں ہے
یہ بد حواسی ہے کیوں اے یزید بعدِ حسینؑ
کہاں گئی وہ تری آن بان چپ کیوں ہے
فرشتے قبر میں تنویرؔ آکے کہنے لگے
حسینؑ تجھ پہ ہوئے مہربان ، چپ کیوں ہے

سلام

دشمنی غیر سے بھی بر تو ، برا لگتا ہے
چھوڑ دو سیرتِ حیدرؑ ، تو برا لگتا ہے

کچھ مسلماں تو ہیں تاریخ میں ایسے جن کا
نام بھی لاؤں زباں پر ، تو برا لگتا ہے

دیکھ کر بزمِ پیمبرؐ کو یہ احساس ہوا
ساتھ ہیرے کے ہوں کنکر ، تو برا لگتا ہے

حبِّ حیدرؑ کا مرے دل میں ہے سورج روشن
تیرگی سے ہو بھرا گھر ، تو برا لگتا ہے

حرؑ کو جنت کا مکیں کر کے یہ بولے شبیرؑ
کوئی گھر والا ہو بے گھر ، تو برا لگتا ہے

شر پسندوں کے سبب عظمتِ اسلام پہ جب
طنز کے پڑتے ہیں پتھر ، تو برا لگتا ہے

خود کو ، جو فخر سے کہتی ہیں کنیزِ زینبؑ
در بدر وہ ہوں کھلے سر تو برا لگتا ہے

جن کے کردار کے دامن پہ ہوں کالے دھبّے
گر وہ ہوں رونقِ منبر ، تو برا لگتا ہے

مل گیا ہم کو مقدّر سے غمِ شاہِؑ ہدا
نہ ہوا اُن کو میسر ، تو برا لگتا ہے

حرؑ پہ تھی چشمِ کرم شہر کی وگرنہ تنویرؔ
کہیئے قطرے کو سمندر ، تو برا لگتا ہے

قطعہ

ایک ششماہہ کررہا ہے سوال
آ کے میداں میں کس پہ چھایا کون؟
حرملہ! دے جواب اصغرؑ کو
کون رویا ہے مسکرایا کون؟

سلام

یوں تو رہے بیعت کے طلبگار ہمیشہ
ہونٹوں پہ مگر تھا مرے انکار ہمیشہ

آنسو کی کبھی بھی مرے قیمت نہیں گھٹتی
اشکوں کا مرے گرم ہے بازار ہمیشہ

اک میثم تمارؒ کو جب دی گئی سولی
سو پیدا ہوئے میثم تمارؒ ہمیشہ

جو ریت سے ساحل پہ سمندر کے بنی ہے
گرتے ہوئے دیکھی ہے وہ دیوار ہمیشہ

ہے زندگیٔ کرب و بلا جن کی نظر میں
مرجانے کو رہتے ہیں وہ تیّار ہمیشہ

حرؒ بن کے جو آجائے درِ آلؑ نبیؐ پر
رہتا ہے بھلا کب وہ گنہ گار ہمیشہ

مومن کے لئے رک گئی جو دست علیؑ میں
کافر پہ وہی چل گئی تلوار ہمیشہ

سودا نہ کیا میں نے کبھی اشک عزا کا
تھے تو مرے اشکوں کے خریدا ر ہمیشہ

تا عمر تبھی روتے رہے سید سجادؑ
یاد آتا رہا شام کا دربار ہمیشہ

تنویرؔ غلامانِ درِ آلؑ نبیؐ کے
آئینوں کی صورت رہے کردار ہمیشہ

سلام

مانا کہ مسلمانو! یہ کعبہ ہی قبلا ہے
پہلے تو زچہ خانہ لیکن یہ علیؑ کا ہے
ہم اپنی زباں دے کر انکار نہیں کرتے
خم میں کہا حیدرؑ کو مولا ہے ، تو مولا ہے
میخانۂ خم سے جو کترا کے چلا آیا
اس دن سے وہ محشر تک پیاسہ ہے،تو پیاسا ہے
یہ کہہ کے شبِ ہجرت بے خوف علیؑ سوئے
بستر پہ محمدؐ کے سونا ہے ، تو سونا ہے
دل کچھ ہو ، زباں کچھ ہو ، وہ اورکوئی ہوں گے
ہم نے تو جسے دل سے مانا ہے ، تو مانا ہے
تنویرؔ نہیں ڈرتے دنیا سے علیؑ والے
حق کہنے میں ڈر کیسا ، کہنا ہے تو کہنا ہے

سلام

دل میں کعبہ اور اسی میں کربلا چاروں طرف
میرا کیا ہے فائدہ ہی فائدا چاروں طرف

کیا کروں رضواں تری ان دیکھی جنّت کی طلب
میری نظروں میں فقط ہے کربلا چاروں طرف

حادثے ہم سے ہمیشہ رہتے ہیں بس دور دور
دیکھ کر نادِ علیؑ کا دائرا چاروں طرف

میں نے دروازہ پہ لکھ رکھا ہے عباسِؑ علیؑ
میرے گھر پھیلی ہے خوشبوئے وفا چاروں طرف

قبر میں تاریکیاں ہوں میری، ممکن ہی نہیں
جگمگائینگے مرے اشکِ عزا چاروں طرف

کیامزا ہے موت کا ، قاسمؑ نہ بتلاتے اگر
ڈھونڈتی رہتی یہ دنیا ذائقا چاروں طرف

کر رہا ہے ذکرِ آلِؑ مصطفیؐ تنویرؔ تو
بس تبھی تو ہے ترا بھی تذکرا چاروں طرف

★★★

سلام

ہم لوگ علیؑ کے شیدائی، میثم کے گھرانے والے ہیں
حق کہتے ہوئے خنجر سے زباں،ہنس ہنس کے کٹانے والے ہیں

ہم لوگ فدائی حق کے ، وہ باطل کے گھرانے والے ہیں
ہم لوگ حقیقت والے ہیں ، وہ لوگ فسانے والے ہیں

تم بیٹھو ادب سے اہلِ عزا ، اس فرشِ عزا پر مجلس میں
ہم ذکر غمِ سرور کر کے ، زہراؐ کو بلانے والے ہیں

اک رات کی مہلت حرؑ کے لئے، شبیرؑ نے لے کر ہنس کے کہا
کل دیکھ لے دنیا پتھر پر ، ہم پھول کھلانے والے ہیں

تم بھیس بدل کر آئے ہو ، پھر کرنے تقاضہ بیعت کا
ہم کرب و بلا کا پھر تم کو ، آئینہ دکھانے والے ہیں

یہ ظلم وتشدّد کے طوفاں ، یہ خون کی بارش چاروں طرف
حالات بتاتے ہیں مولاؑ ، اب پردہ اٹھانے والے ہیں

فتوؤں کی تمہاری آندھی سے ، کیا ہوگا غمِ سرورؑ پہ اثر
ہم لوگ چراغوں کو اپنے ،طوفاں میں جلانے والے ہیں

وہ ہوں گے مسلماں اور کوئی ، جو پھینک کے پرچم بھاگے تھے

''عباسؑ دلاور کا پرچم ، ہم لوگ اٹھانے والے ہیں''

یہ آلؑ محمدؐ ہیں ان کا ، قرآن سے ایسا رشتہ ہے
سرنوکِ سناں پر ہوتے ہوئے ،قرآن سنانے والے ہیں

تنویرؔ ہمارے اشکوں کو ، جنّت کے برابر مت تولو
انمول ہیں یہ اشکوں کے گہر ، زہراؑ کے خزانے والے ہیں

سلام

حرؑ یوں کھڑا تھا سبطِ پیمبرؐ کے سامنے
قطرہ پڑا ہو جیسے سمندر کے سامنے

سوچو کہاں وہ لوگ ، کہاں عظمت علیؑ
بَونوں کی کیا بساط قد آور کے سامنے

یوں کربلا میں تھا حق و باطل کا سامنا
آئینہ جیسے رکھا ہو پتھر کے سامنے

مفلس کے اک چراغ کی صورت ہے آفتاب
اے جونؑ! تیرے چہرۂ انور کے سامنے

توحید کا خیال نہ ہوتا اگر حسینؑ
تنویرؔ سر جھکاتا ترے در کے سامنے

★★★

سلام

کربلا تیرا مقدر اس قدر چمکا کہ بس
آج تک ہیں چاند سورج تجھ سے شرمندا کہ بس

بھول کر بھی اب کوئی لیتا نہیں بیعت کا نام
عزمِ بیعت کربلا میں یوں ہوا رسوا کہ بس

کربلا میں بعد انکارِ حسینؑ ابنِ علیؑ
رنگ کچھ باطل کے چہرے کا اڑا ایسا کہ بس

شرم سے خود پانی پانی ہوگئی نہرِ فرات
تشنہ لب عباسؑ نے ، پانی کو یوں پھینکا کہ بس

ختم ہوں گی بندشیں ساری غمِ شبیرؑ سے
اک ذرا غیبت کا اٹھنے دیجئے پردا کہ بس

حُرؑ نے خود کو ایک شب میں ، کرلیا اتنا عظیم
سب کے دل میں بس گیا، ذہنوں پہ یوں چھایا، کہ بس

بابِ خیبر کو بہت تھا ناز اپنے وزن پر
یوں ہوا دستِ علیؑ پر آ کے شرمندا کہ بس

آچکی ہے ساری دنیا اب علم کے سائے میں

حضرتِ عباسؑ نے اتنا کیا اونچا کہ بس
جونؑ کا سر زانوئے شبیرؑ پر آیا ہی تھا
کربلا میں اس قدر اک نور سا پھیلا، کہ بس

وقتِ پرسشِ قبر میں تنویرؔ تھا میں بے حواس
کون جانے ایسے میں کہتا ہوا آیا، کہ بس

قطعہ

مقدّر جونؑ کے صدقے میں یوں تنویرؔ چمکا ہے
مرے سر پر زمانہ دیکھ لے سایہ علم کا ہے
ہوائے جنّتِ فردوس آتی ہے مرے گھر تک
مرے گھر سے جناں کا فاصلہ چودہ (۱۴) قدم کا ہے

قطعہ

کاش وہ روضۂ سرورؑ کا مجاور ہوتا
اپنی تقدیر پہ یہ سوچ کے پچھتاتا ہے
دل جو گھبراتا ہے رضواں کا کبھی جنت میں
گھومنے پھرنے درِ شہہؑ پہ چلا آتا ہے

سلام

دل سے جس نے بھی علیؑ کو نہیں سمجھا اپنا
پھر وہ کس حق سے پیمبرؐ کو کہے گا اپنا

حق و باطل میں جنہیں فرق بھی معلوم نہیں
ایسے لوگوں سے تو ممکن نہیں رشتا اپنا

رہبری کی کوئی امید کرے کیا اُن سے
جن کا دشوار ہے ، خود راہ پہ چلنا اپنا

میرے اشکوں کے یہ سیلاب میں بہہ جائے گا
تم بناتے رہو مٹّی کا گھروندا اپنا

آج رونا بھی تمہارے لئے سنّت ہوتا
یہ کہو راس نہ آیا تمہیں رونا اپنا

اپنے والوں کی ذرا آپ بھی گنتی کیجئے
پانچ سے لے کے بہتر ہیں وسیلا اپنا

دورِ حاضر کے یزیدوں سے یہ کہہ دو جاکر
ایک موجود ابھی بھی ہے مسیحا اپنا

الفتِ آل [illegible]تِ [illegible]تِ نبیؐ دل سے ہوا کرتی ہے

دل پہ کس کس کی لگا پاؤ گے پہرا اپنا؟
بعد شبیرؑ یہ زینبؑ نے کہا رورو کر
ہائے باقی نہ رہا کوئی سہارا اپنا

مرگئیں شام کے زنداں میں سکینہؑ بی بی
خشک ہونٹوں پہ لئے پیاس کا شکوا اپنا

اب تو عباس علیؑ قاسمؑ و اکبرؑ نہ رہے
کس سے اب ثانئ زہراؑ کرے شکوا اپنا

مدحتِ آلؑ پیمبرؐ ہے عبادت تنویرؔ
بخشوانے کا ہے کیا خوب ذریعا اپنا

قطعہ

دل میں احساس خطا ، نیچی نظر، ہاتھ بندھے
حرؑ عجب شان سے آیا شہہِ ابرار کے پاس
قصرِ باطل سے وہ نکلا تو یہ کہہ کر نکلا
بیٹھتا کون ہے گرتی ہوئی دیوار کے پاس

سلام

سچ ہے جس کو بھی غم شبیرؑ کی دولت ملی
یوں سمجھئے بس اسے دنیا ہی میں جنّت ملی

ذکرِ شاہؑ کربلا میں آکے تو دیکھو ذرا
خود سمجھ جاؤ گے مجھ کو کون سی نعمت ملی

جس کی قیمت پر نچھاور ہورہی ہیں جنتیں
ہم کو وہ اشکِ غمِ شبیرؑ کی دولت ملی

ہم بھلا کیا سوچتے جنت ہے کیا ، دوزخ ہے کیا
ہم کو کب ذکرِ غمِ شبیرؑ سے فرصت ملی

ہم اسے خالق تو ہرگز کہہ نہیں سکتے مگر
کیا کہیں لہجہ میں جس کے بولتی قدرت ملی

عظمتِ آلِ ابوطالبؑ پہ نازاں ہے خدا
کیا سوا ان کے کسی کو اور یہ عظمت ملی

کربلا کے بعد لوگو! حالت بیعت سنو
ظلم کے کاندھے پہ مجھ کو میّتِ بیعت ملی

ظلم در در طالب بیعت بنا بھٹکا کیا

آلِ احمدؑ کے ہر اک در پر اسے ذلّت ملی

کل تلک سورج نے بھی دیکھی نہ جن کی صورتیں
سر کھلے بازارِ کوفہ میں وہی عترت ملی

اور کیا تنویرؔ تجھ کو چاہیئے اس در کے بعد
جس جگہ ہمت ملی، عزت ملی، شہرت ملی

سلام

جب بھی حیدرؑ کے مقابل غیر لائے جائیں گے
وہ ہمیشہ کی طرح رسوائیاں ہی پائیں گے

یا نبیؐ اپنی زباں پر لائیں تو نادِ علیؑ
پھول کی طرح در خیبر علیؑ لے آئیں گے

بغضِ حیدرؑ کی تپش میں ان کو تپنے دیجئے
تپ رہے ہیں ، تپتے تپتے ایک دن جل جائیں گے

پھر نہ باطل سر اٹھا کر سامنے آئے مرے
لعنتوں کے ڈھیر میں ایسا اسے دفنائیں گے

دشمنِ سرورؑ سے کہہ دو اب نہیں وہ دن بھی دور

جب وہ خود اپنی ہی صورت دیکھ کر شرمائیں گے

جو ادا کرتے نہیں اجر رسالت دوستو
حشر تک غاصب زمانے کے وہی کہلائیں گے

اے فرشتو! خلد میں بھی رکھنا سامانِ عزا
ورنہ ہم اہل عزا ، جنت میں بھی گھبرائیں گے

ہم عزادارِ حسینی دیکھنا کس شان سے
پرچمِ عباسؑ کے سائے میں جنت جائیں گے

گلشنِ کرب و بلا کے یہ بہتر پھول ہیں
اپنی خوشبو سے یہی اسلام کو مہکائیں گے

ہاتھ پر کڑیل جواں کی لاش ہے شبیرؑ کے
خیمے تک یہ لاش کیسے شاہؑ دیں لے جائیں گے

دیکھ کر اصغرؑ کی میت روئیں یہ کہہ کر ربابؑ
اب کسے ہم لوریاں دیں گے، کسے بہلائیں گے

بعدِ قتل شاہؑ تم پر ہوں گے یہ زینبؑ ستم
یہ ستمگر ننگے سر در در تمہیں لے جائیں گے

کیا کمی تنویرؔ ہم کو ہے درِ شبیرؑ پر
کس لئے غیروں کے آگے ہاتھ ہم پھیلائیں گے

سلام

تشنہ لبی کا لکھ کے فسانہ فرات پر
عباسؑ نقش چھوڑ گئے کائنات پر

جیسے اندھیرا چیر کے نکلا ہو آفتاب
کچھ اس طرح سے چھا گیا حرؑ کائنات پر

عباسؑ کا وہ ہاتھ سے پانی کا پھینکنا
”ہے آج بھی کھنچا ہوا نقشہ فرات پر“

پر نور اس طرح شب عاشور ہوگئی
پہرا ہو جیسے نور کے پیکر کا رات پر

وہ دشمن حسینؑ ہیں کہنے دو کچھ کہیں
اہلِ عزا! نہ الجھا کرو ان کی بات پر

اہلِ حرم کے سر سے ردائیں بھی چھین لیں
کیا ظالموں سکوں نہ ہوا زیورات پر

اونٹوں کی ننگی پشت سکینہؑ کی کمسنی
ظالم! ترس نہ آیا تجھے اس کی ذات پر

تنویرؔ اہل بیتؑ کا دامن ہے ہاتھ میں
اس واسطے یقین ہے اپنی نجات پر

سلام

ہم اپنی پلکوں پہ کچھ یوں گہر سجائیں گے
جو مثل چاند ، ستاروں کے جگمگائیں گے

وہ گر علیؑ کے مقابل کسی کو لائیں گے
چراغ سامنے سورج کے بس دکھائیں گے

جو بندشیں غمِ شبیرؑ پر لگائیں گے
مکاں وہ ریت کی بنیاد پر بنائیں گے

حسینؑ دیکھنا ، کس شان سے شب عاشور
بجھا کے ایک بہتر دیئے جلائیں گے

رسولؐ وزنِ امامت سے خوب واقف ہیں
رسولؐ کیا بھلا سجدے سے سر اٹھائیں گے

سمجھ لو بس ہیں وہی دشمنانِ دینِ خدا
رسولؐ بزم سے اپنی جنہیں اٹھائیں گے

بھٹک رہے ہیں جو در در ، وہ دیکھنا اک دن
درِ حسینؑ پہ اپنی جبیں جھکائیں گے

فرشتے قبر میں پوچھیں گے جب مرے اعمال
یہ داغِ ماتمِ شبیرؑ ہم دکھائیں گے

بجز علیؑ کوئی دعویٰ یہ کر نہیں سکتا
کہ پوچھنا ہے جو پوچھو وہ ہم بتائیں گے

غمِ حسینؑ عبادت ہے یا کہ بدعت ہے
نبیؐ پہ چھوڑو ، وہی فیصلہ سنائیں گے

چھپائے پھرتے ہیں چہروں کو طالب بیعت
حسینیوں سے بھلا کیا نظر ملائیں گے

کرے گا جب کوئی ہم سے سوال بیعت کا
ہم اس کو آئینۂ کربلا دکھائیں گے

کمر تو بھائی کے مرتے ہی جھک گئی ہوگی
حسینؑ لاشِ پسر کس طرح اٹھائیں گے

سنا کے نوحۂ شبیرؑ قبر میں تنویرؔ
لحد کو جلوہ گہہِ کربلا بنائیں گے

قطعہ

انہیں قبر میں ہو وحشت، تو یہ بات بھی بجا ہے
جنہیں قبر کی حدیں بھی پہچانتی نہیں ہیں
ملاقاتیں ہو چکی ہیں، مری مجلس عزا میں
مری قبر کے فرشتے کوئی اجنبی نہیں ہیں

سلام

ہے جس کو محبت بخدا سبطِ نبیؐ سے
بیشک ہے پیمبرؐ کو محبت بھی اسی سے

ہم اہلِ عزا خلد کی لالچ نہیں کرتے
یہ روضۂ شبیرؑ ہی کیا کم ہے کسی سے

ہاتھوں میں لئے حضرتِ عباسؑ کا پرچم
بے خوف گذر جائیں گے دشمن کی گلی سے

ہم نادِ علیؑ پڑھ کے جو نکلے ہیں سفر پر
سب مشکلیں رد ہوتی ملیں نادعلیؑ سے

جس جس کا میں مولا ہوں علیؑ اس کے ہیں مولا
یہ کہتے ہوئے ہم نے سنا ، خم میں نبیؐ سے

ہنسنے کا قرینہ بھی اسے اب نہیں آتا
باطل کی ہنسی چھن گئی ، اصغرؑ کی ہنسی سے

حُرؑ میں شہہ مظلوم میں بس یہ ہے تعلّق
ہوتا ہے سمندر کا تعلّق جو ندی سے

سب کچھ در شبیرؑ سے مل جاتا ہے تنویرؔ
اب تم ہی بتاؤ کہ میں کیا مانگوں کسی سے

سلام

ہم سے پوچھو غم شبیرؑ کی عظمت کیا ہے
ہم بتائیں گے زمانے میں عبادت کیا ہے

ایک قطرہ مرے آنسو کا ہے ہم پلّۂ خلد
میری نظروں میں زمانے کی یہ دولت کیا ہے

میرے رونے پہ ہر اک سمت سے پہرے کیوں ہیں
گریہ بدعت ہے تو بتلایئے سنّت کیا ہے

جو بھی تلوار سے کٹ جائے تو کہتے ہیں شہید
ان کو شائد نہیں معلوم شہادت کیا ہے

ایک قطرہ بھی نہ تھا بہہ گیا دریا بن کر
حُرؑ سے پوچھو درِ شبیرؑ کی عظمت کیا ہے

خم کا میدان گواہی ہے خبر ہے سب کو
کیا ہوا خم میں ، بتانے کی ضرورت کیا ہے

بولے عباسؑ ، ضروری نہیں تلوار ہی ہو
گر نہ آنکھوں میں ہو ہیبت ، تو شجاعت کیا ہے

بس فقط غور سے قرآن کو پڑھ کر دیکھو
خود سمجھ جاؤ گے تم اجر رسالت کیا ہے

کیا خطا ان کی یہی ہے کہ خطا کچھ بھی نہیں
آپ کی آل محمدؐ سے عداوت کیا ہے

میں نے جو پایا در شہہؑ کی بدولت پایا
کیا کیا تنویرؔ لکھوں شہؑہ کی بدولت کیا ہے

قطعہ

تنویرؔ جو غلامِ شہہؑ کربلا ہوا
جنت تو اس کی راہ گذر کی طرح سے ہے
حرؑ کی طرح سے اب بھی سنبھل جاؤ دوستو!
یہ زندگی چراغِ سحر کی طرح سے ہے

قطعہ

یہ محمدؐ کا گھرانہ بھی ، عجب ہے کہ جہاں
ایک ہے شمع ، کئی در میں جلی لگتی ہے
چودہ(۱۴) معصومؑ کے اقوال اٹھا کر دیکھو
لفظ بدلے ہیں مگر بات وہی لگتی ہے

سلام

نہ گذرے جو غمِ شہؑ میں ، وہ کیسی زندگی ہوگی
دیئے جلتے تو ہوں گے پر نہ ان میں روشنی ہوگی

درِ سرورؑ کی جب حُرؑ کو غلامی مل گئی ہوگی
نظر میں دولت دنیا بھلا کیوں آ رہی ہوگی

غمِ سرورؑ پہ بندش کا گماں کیوں کرتے پھرتے ہو
خیالوں کو بدل ڈالو اِسی میں بہتری ہوگی

وسیلے سے علیؑ کے جس نے بھی مانگی دعا رب سے
یقیناً ایسے بندے کی دعا پوری ہوئی ہوگی

حبیبؑ ابن مظاہرؑ نے یہ کہہ کر گھر کو چھوڑا ہے
نہ کام آئے جو موقع پر ، وہ کیسی دوستی ہوگی

جنھیں رستہ نہیں معلوم خود ہی اپنی منزل کا
وہ کیسے راہبر ہوں گے وہ کیسی رہبری ہوگی

درِ زہراؑ کی ہو جس کو کنیزی کا شرف حاصل
وہ ساری عمر بس قرآن سے ہی بولتی ہوگی

یہی اشکِ عزا تنویرؔ تم کو بخشوائیں گے
تمہیں اس بات سے بڑھ کر بھلا اب کیا خوشی ہوگی

سلام

جب تلک پہ چاند، سورج اور یہ دنیا رہے
میرے مالک تذکرہ شبیرؑ کا بڑھتا رہے

انتہا کردی وفا کی حضرت عباسؑ نے
جس کے قدموں میں ہو دریا، وہ جری پیاسا رہے

پیروِ شبیرؑ ہم ہیں ، دشمن شبیرؑ آپ
کس لئے آخر ہمارا آپ سے رشتا رہے

کیا ضرورت ایسے ویسوں کی نبیؐ جب کہہ گئے
جس کا میں مولا رہوں اس کا علیؑ مولا رہے

دیکھ کر عباسؑ نے ساحل کی جانب یہ کہا
جس کی آئی ہو قضا، ساحل پہ وہ ٹھہرا رہے

کیا حقیقت مشکلوں کی ، سامنے وہ آسکیں
دم بدم نادِ علیؑ کوئی اگر پڑھتا رہے

مدحتِ حیدرؑ میں کرتا ہوں تو جل جاتے ہیں لوگ
جس کی قسمت میں ہی جلنا ہو لکھا ، جلتا رہے

اے سمندر میرے آنکھوں کی گہر سازی نہ پوچھ
جب تلک چاہوں مرا آنسو گہر بنتا رہے

چلتے چلتے تھک گیا جب حُرؑ تو یہ کہنے لگا
اب چلیں اُس راہ پر جو راستہ سیدھا رہے

خانۂ آلِؑ نبیؐ میں کم نہیں ہے سیم و زر
ان کے دروازہ پہ بوذرؓ ان کے گھر فضّاؓ رہے

مدحتِ آلؑ نبیؐ تنویرؔ تم کرتے رہو
تا کہ جنت میں مکاں ہر بیت پر بنتا رہے

قطعہ

عزا خانے ہیں درس گاہیں ہماری
یہ اہلِ تموّل کا آفس نہیں ہے
جہاں سے کوئی درس لے کر نہ اٹھو
وہ سبطِ پیمبرؐ کی مجلس نہیں ہے

قطعہ

اپنی آنکھوں کو ، غم شاہؑ میں پرنم کیجئے
خوب کیجئے ، غمِ شبیرؑ میں ماتم کیجئے
اور معصومونؑ نے جیسا کیا بعدِ شبیرؑ
بس خدا کے لئے ، ویسا ہی محرّم کیجئے

سلام

اسلام کی بقا ہے عزاداریٔ حسینؑ
ایمان کی بنا ہے عزاداریٔ حسینؑ

جس چہرۂ بشر سے عیاں ہو نہ دل کی بات
اس دل کا آئینا ہے عزاداریٔ حسینؑ

ہر قوم آج خود کو عزادار کہتی ہے
قدرت کا معجزا ہے عزاداریٔ حسینؑ

اتنی ہی بڑھتی جائے گی جتنی ہیں بندشیں
کچھ ایسا معجزا ہے عزاداریٔ حسینؑ

دنیا کے غم نہ آئیں گے اُس کی نگاہ میں
جو شخص کر رہا ہے عزاداریٔ حسینؑ

طوفان روکنے سے بھی رکتے نہیں کبھی
بیکار روکنا ہے عزاداریٔ حسینؑ

دنیا نہ بھول پائے گی نامِ حسینؑ کو
یہ ایسا سلسلا ہے عزاداریٔ حسینؑ

بندش لگانے والو ذرا آ کے دیکھ لو
ہر دور سے سوا ہے عزاداریٔ حسینؑ

گر پوچھتے ہو مجھ سے کہ کیسے ملے نجات
تو میرا مشورا ہے ، عزاداریٔ حسینؑ

تنویرؔ اس لئے میں عزادارِ شاہؑ ہوں
جنت کا راستا ہے عزاداریٔ حسینؑ

قطعہ

داغ ماتم مری تربت کو کیئے ہیں روشن
لوگ یہ سوچ رہے ہیں کہ چمکتا کیا ہے
قبر میں زیر کفن خاکِ شفا ہے میرے
محوِ حیرت ہیں فرشتے کہ مہکتا کیا ہے

قطعہ

تنویرؔ اپنا اپنا ہے دل کس کو کیا پسند
ہم کو تو ہے وہی جو کریں فاطمہؑ پسند
یوں تو سلام کرتی ہیں سو جنّتیں ہمیں
اور اپنا یہ مزاج کہ بس کربلا پسند

سلام

اس درِ شبیرؑ سے مت پوچھئے کیا مل گیا
تھی طلب جتنی ہمیں اس سے زیادا مل گیا

حُرؑ در شبیرؑ پر آیا تو یہ کہتا ہوا
شام ہی جس کی نہیں ہے وہ سویرا مل گیا

شکلِ سائل میں کبھی ، خیاط کی صورت کبھی
فاطمہؑ کے در پہ جب دیکھا فرشتا مل گیا

طالب بیعت کو ، بیعت کا علیؑ کے لال سے
جس قدر اصرار تھا ، انکار ویسا مل گیا

حُرؑ ہے جنّت میں ، جہنّم میں ہے بیشک حر ملہ
جس کی جو قسمت میں تھا، اُس کو وہ درجا مل گیا

لے رہا تھا آخری سانسیں جب اپنی دینِ حق
ایسے میں کہئے محمدؐ کا نواسا مل گیا

نوحؑ کی ملّت کے جیسے ہم بھی ہوجاتے تباہ
وہ تو کہئے ہم کو عصمت کا سفینا مل گیا

حُرؑ کا چہرہ کھل اٹھا آکر درِ شبیرؑ پر
جیسے اک بھٹکے ہوئے راہی کو رستا مل گیا

سامنے تھا مقصدِ قربانیٔ شہہؑ اس لیئے
جا کے معراج نبیؐ سے اپنا سجدا مل گیا

نصرتِ شبیرؑ نے سورج بنا ڈالا اسے
جونؑ کو جب شام آئی تو سویرا مل گیا

جاں بلب پیاسے کو دریا کی ہوا کرتی ہے فکر
کربلا میں خوش ہے دریا اس کو پیاسا مل گیا

تیغوں کی جھنکار سن کر آگئی لب پر ہنسی
ایسا لگتا ہے کہ اصغرؑ کو کھلونا مل گیا

جو درِ علم پیمبرؐ تک نہ پہنچے آج تک
جانے کیوں کہتے ہیں وہ مجھ کو مدینا مل گیا

بعدِ اصغرؑ تشنگی کا کیوں نہیں کرتیں گلہ
کیا تمہیں پینے کو پانی اے سکینہؑ مل گیا

قید سے چھوٹ کر یہی کہتی تھیں رورو کر ربابؑ
اے علی اصغرؑ! ترے رونے کو جھولا مل گیا

آلِ احمدؐ سے تمسک یوں سمجھ تنویرؔ تو
ہر بلندی تک پہنچنے کو وسیلا مل گیا

★★★

سلام

پاؤں پر عباسؑ کے دریا نے جب سر رکھ دیا
پیاس کا غازی نے ساحل پر سمندر رکھ دیا

خالی کاسہ اپنی قسمت کا لئے آیا تھا حُرؑ
شاہِ دیں نے بھیک میں روشن مقدر رکھ دیا

بخش کر حُرؑ کی خطا کو حضرتِ شبیرؑ نے
جیسے ذرّے کو زمیں کے آسماں پر رکھ دیا

دیکھ کر تیغِ علیؑ کے وار کو جبریل نے
ایسا گھبرائے زمیں پر اپنا شہہ پر رکھ دیا

قبر میں تاریکیاں ہوں گی ، سنا کرتے تھے ہم
حبِّ حیدرؑ نے مگر سورج جلا کر رکھ دیا

فاصلہ ممکن ہے کچھ، معراج میں پردہ کہاں
کیسا پردہ، کس سے پردہ، سب الٹ کر رکھ دیا

ہر بلندی سے درِ زہراؑ کی عظمت ہے بلند
ورنہ کب تارے نے سر اپنا زمیں پر رکھ دیا

جب زیادہ بڑھ گئی توہینِ منبر ہم نے تب
لا کے مسجد سے عزا خانے میں منبر رکھ دیا

مقصدِ تنویرؔ تھا مداحئ آلِؑ نبیؐ
نام دنیا والوں نے اس کا سخنور رکھ دیا

قطعہ

جستجو منزل کی ہے تھک جاؤ گے چلتے ہوئے
مشورہ سن لو مرا رستہ بدل کر دیکھ لو
منزلیں نزدیک ہوتی خودنظر آجائیں گی
پرچمِ عباسؑ کے سائے میں چل کر دیکھ لو

قطعہ

جب تک کہ میرا سلسلۂ زندگی رہے
یارب! مرے دہن میں زباں میثمی رہے
میں دار پر بھی مدحتِ آلؑ نبیؐ کروں
تلوار سر پہ حلق پہ چاہے چھری رہے

سلام

کیا صفات ہیں اتنے ، اور کسی کے آنگن میں
ہیں فضیلتیں جتنی ، اک علیؑ کے آنگن میں

مرکزِ فضیلت تھیں ، کل نبیؐ کے آنگن میں
آج فاطمہ زہراؑ ، ہیں علیؑ کے آنگن میں

آج تک نظر میں ہے ، کربلا کا وہ منظر
موت سہمی سہمی تھی ، زندگی کے آنگن میں

حُرؑ نکل کے باطل سے ، حق کی سمت کیا آئے
دوستی مہک اٹھی ، دشمنی کے آنگن میں

بے حواس دریا کو ، سر پٹکتے جب دیکھا
پیاس مسکرا اٹھی تشنگی ، کے آنگن میں

شمع کا شبِ عاشور جلنا اور بجھنا کیا
تیرگی ٹکی کب ہے ، روشنی کے آنگن میں

عرشِ دین خالق پر ، تیرا اک ابو طالبؑ
آفتاب روشن ہے ، ہر صدی کے آنگن میں

شہہؑ کا غم عجب غم ہے ، ہر خوشی کے موقع پر
فرش غم بچھاتے ہیں ، ہم خوشی کے آنگن میں

بے عمل کی باتیں ہیں ، جیسے پھول کاغذ کے
گل عزا کے مہکیں گیں ، پیروی کے آنگن میں

اس لئے ہمیں تنویرؔ شاعری سے الفت ہے
گلشن مودّت ہے ، شاعری کے آنگن میں

سلام

سوچو! اسلام کیا ہے لے دے کے
گلشنِ فاطمہؑ ہے لے دے کے

بہرِ اصلاح زندگی اپنا
کربلا آئینا ہے لے دے کے

دین و دنیا کا اپنا سرمایہ
بس یہ فرشِ عزا ہے لے دے کے

خلد کا ، رب سے دے کے اشک عزا
میں نے سودا کیا ہے لے دے کے

حشر تک میرا طالبِ بیعت
اک ''نہیں'' فیصلا ہے لے دے کے

بھٹکے راہی کو حاصلِ منزل
حرؑ کا اک نقشِ پا ہے لے دے کے

اپنا تنویرؔ بہرِ مدّاحی
شاعری سلسلا ہے لے دے کے

سلام

بس لبِ حیدر پہ آنے دو ذرا حیدرؑ کا نام
خاک میں ملتا دکھے گا ، مرحب و عنتر کا نام

کل زچہ خانہ بنا تھا ، جو علیؑ کے واسطے
دے دیا اللہ نے ، اس گھر کو اپنے گھر کا نام

حکمرانی ہے دلوں پر جس کی ، وہ تاریخ میں
ہے سر فہرست لکھا سبط پیغمبرؐ کا نام

عظمتوں کے تذکرے ہوں گے، جہاں بھی جب کبھی
غیر کے بھی لب پہ ہوگا ، فاطمہؑ کے گھر کا نام

فخر سے کہتی ہے دنیا ، جس کو جبریلِ امیں
در حقیقت ہے یہی ، حسنینؑ کے نوکر کا نام

مصلحت کہیئے ، فرائض کی پڑی تھیں بیڑیاں
تھا فقط عباسؑ ورنہ ، تنہا اک لشکر کا نام

جب ہے ہر جا کربلا ، ہر روز ہے عشرہ کا دن
پھر تو دے دیجئے گذرتے لمحوں کو محشر کا نا م

کس قدر افسوس کی منزل ہے ، بے پردہ ہیں جو
لے کے وہ ماتم کریں ، شبیرؑ کی خواہرؑ کا نام

حق بیانی اس پہ ہو یا پھر مرا ہے مشورہ
رکھ دیا جائے بدل کر اور کچھ منبر کا نام

جو غم شہہ میں گرا تنویرؔ آنسو آنکھ سے
مل گیا رومال زہراؑ میں اسے گوہر کا نام

سلام

غمِ شبیرؑ کا آنکھوں میں جو ساون نہیں رکھتے
وہ بنجر دل تو رکھتے ہیں ، دل گلشن نہیں رکھتے

وہ شب کی بات تھی، حرؑ نے کہا یہ صبح عاشورہ
اب اپنے ذہن و دل میں ہم کوئی الجھن نہیں رکھتے

اٹھاتے ہیں جو اپنی انگلیاں ، اشکِ غمِ شہہ پر
وہ اپنے سامنے شائد کبھی در پن نہیں رکھتے

انہیں تاریکئ دنیائے غم حلقے میں رکھتی ہے
جو اپنے دل غمِ شبیرؑ سے روشن نہیں رکھتے

درشبیرؑ پر حرؑ بن کے آؤ تو خطا کارو
یہاں حرؑ جیسے دشمن کو بھی ہم دشمن نہیں رکھتے

نبیؐ کا جانشیں ہونا ، علیؑ کو زیب دیتا ہے
سوا ان کے بشر ، نورانی پیراہن نہیں رکھتے

علیؑ کا حق نہ ہوتا گر تو پھر تخت خلافت پر
قدم کیا ، اس پہ اپنے پاؤں کا دھوون نہیں رکھتے

سبق لیتے نہیں تنویرؔ جو قربانئ شہہؑ سے
دیار دل میں وہ شبیرؑ کا مسکن نہیں رکھتے

سلام

ہم نے کعبے ہی کو قبلہ جان کر سجدا کیا
اور خود کعبے نے اپنا کربلا قبلا کیا

مدحتِ آلِ نبیؐ میں صرف کرکے زندگی
فائدے کا عمر بھر میں بس یہی سودا کیا

حُر دیار کفر میں اک چلتی پھرتی لاش تھا
روح ایماں ڈال کر شبیرؑ نے زندا کیا

آج بھی مجلس کی صورت وا ہے دربار حسینؑ
بند کب آل نبیؐ نے اپنا دروازا کیا

طالب بیعت نظر آیا نہ کوئی آج تک
کربلا میں شہؑ نے باطل کو بہت رسوا کیا

چلّو بھر پانی سہی، دریا کے منہ پر مار کر
پیاس ہی کو اپنی خود عباسؑ نے دریا کیا

آج تک ساحل پہ بیٹھی سوچتی ہے تشنگی
باوفا نے معجزہ ساحل پہ یہ کیسا کیا

فوج اعدا میں ابھی تک تو مچا تھا شور و غُل
مسکراہٹ نے علی اصغرؑ کی سناٹا کیا

ٹوٹ کر زرہیں گریں، خود و سپر سب کٹ گئے
کچھ عجب انداز سے بے شیر نے حملا کیا

آ گئی بے ساختہ لب پر مرے نادِ علیؑ
جب کوئی مشکل پڑی، محسوس جب خطرا کیا

ہوگئی بہلول کی دانائی مشہورِ جہاں
عشق نے آل نبیؐ کے ایسا دیوانا کیا

بڑھ رہا تھا پنجتنؑ کی سمت میں تنویرؔ اور
در پہ رضوان جناں مجھ کو کھڑا دیکھا کیا

سلام

علیؑ کی جب ہے یہی شان، کیا کرے کوئی
قصیدے پڑھتا ہے قرآن، کیا کرے کوئی
علیؑ ہیں شافعِ محشر، یہ جانتے ہو مگر
بنے ہو جان کے انجان، کیا کرے کوئی
علیؑ کو مولانہ مانا، اسی سبب صد حیف
ہے ٹکڑے ٹکڑے مسلمان، کیا کرے کوئی
لگا دیئے ابو طالبؑ پہ کفر کے فتوے
پڑھا نہ سورۂ عمران، کیا کرے کوئی
فقیر بن کے در سیدہؑ پہ آنا ہے
تم ہوگے خلد کے رضوان، کیا کرے کوئی
عزائے شاہ بپا ہے چٹان کی صورت
جو اٹھیں فتووٗں کے طوفان کیا کرے کوئی
حسینی دیتے ہیں آواز، تم سنو نہ سنو
تلے ہو کھانے پہ نقصان، کیا کرے کوئی
اگر خمینیؒ نہیں ہیں، تو کیا ہوا رشدی!
وہ اب بھی جاری ہے فرمان کیا کرے کوئی
فرشتے قبر میں تنویرؔ آکے کہنے لگے
علیؑ ہیں اس کے نگہبان، کیا کرے کوئی

سلام

اک حسینؑ ، اور بھلا خالق کا سجدا چھوڑ دے
یہ تو ممکن ہی نہیں ، سورج چمکنا چھوڑ دے

نصرتِ شبیرؑ میں نکلا ہوں میں لے کر علم
مفتیٔ بدعت الگ ہٹ ، میرا رستا چھوڑ دے

کربلا اس کی نظر میں ، صرف ہوگی قتل گاہ
رٹ لے جو قرآن ، لیکن غور کرنا چھوڑ دے

قسمت حُرؑ حرؑ سے بولی ، چاہتا ہے گر نجات
اپنا دریائے مودّت میں ، سفینا چھوڑ دے

دار پر میثمؑ کھڑے ہیں ، لب پہ ہے مدح علیؑ
کیسے پنجرے میں کوئی بل بل چہکنا چھوڑ دے

حادثو! ہمّت ہو ٹھہرو ، پڑھتا ہوں نادِ علیؑ
بات تو جب ہے ، کہ پیشانی پسینا چھوڑ دے

ان کا بے حبّ علیؑ اسلام ، یوں ہے جس طرح
ڈاک خانہ میں کوئی سادہ لفافا چھوڑ دے

ہے اِسی در کی بدولت اُس کی عظمت برقرار
کیوں ملک زہراؑ کے در پر آنا جانا چھوڑ دے

لے کے قرآن ، چھوڑنا عترت کو بس ایسا ہی ہے
شاخ اپنی جیسے کوئی سوکھا پتّا چھوڑ دے

کھول کر آنکھیں ، حقیقت کا بھی تو کر سامنا
اے مسلماں! جاگ، اب خوابوں کی دنیا چھوڑ دے

ہیں گنہہ بیجا عقائد اور ہے یہ بھی گناہ
جو شریعت کے موافق ہو عقیدا ، چھوڑ دے

چادریں تک سر سے لے لیں، رو کے کہتی تھیں ربابؑ
چھوڑ دے ظالم مرے اصغرؑ کا جھولا چھوڑ دے

مدحِ اہل بیتؑ سے تنویرؔ کیا باز آئے گا
دشمنِ آلؑ پیمبرؐ اس کا پیچھا چھوڑ دے

قطعہ

بتا شبیرؑ کا پیغام کیا ہے
مرے ذمّے ضروری کام کیا ہے
کہو ذاکر سے لفّاظی سے ہٹ کر
عمل سے یہ بتا اسلام کیا ہے

سلام

درِ شبیرؑ پر حرؑ آکے کتنا بدلا بدلا ہے
کہ اب پہچاننا مشکل ہے ، انساں یا فرشتا ہے

یہاں قرآن و عترت ہے ، وہاں قرآن تنہا ہے
اِدھر روشن خیالی ہے ، اُدھر فکروں پہ پہرا ہے

علیؑ کا تذکرہ مٹ جائے دنیا سے ، یہ ناممکن
مگر تم دیکھنا چاہو تو دیکھو ، خواب میں کیا ہے

علاقہ ان کا ہوتا ہے جو خود محدود ہوتے ہیں
حسینؑ ابن علیؑ کا ایک اک ذرہ پہ قبضا ہے

سبب گہوارہ میں اصغرؑ کی بے چینی کا کچھ بھی ہو
یہ تیور کہتے ہیں کچھ کر گذرنے کا ارادا ہے

مقدر رات بھر حرؑ کا ، یہ حرؑ سے کہہ رہا ہوگا
اِدھر شب کی سیاہی ہے ، اُدھر سورج چمکتا ہے

نہ ہوتی کربلا فرقِ حق و باطل نہ ہو پاتا
سمجھ سکتی نہ یہ دنیا کہ کس کا کس سے رشتا ہے

چمن میں کھل کے کلیاں کل تلک ہنستی کہاں ہوں گی
سلیقہ مسکرانے کا ، علی اصغرؑ سے سیکھا ہے

کہا حرؑ نے وہ مردہ ہے جو خود دھارے میں بہہ جائے
وہی زندہ ہے جو دھارے کے رخ کو موڑ دیتا ہے

درِ آلِ نبیؐ سے خوب میں تنویرؔ واقف ہوں
جزا مدحت کی کیا مانگوں یہاں بے مانگے ملتا ہے

سلام

ہتھیلی پر نبیؐ کی سنگ ریزا بول دیتا ہے
لگاتے ہیں علیؑ ٹھوکر تو مردا بول دیتا ہے
یہ سب کٹھ پتلیاں ہیں چاہے رشدی ہو، کہ نائک ہو
سیاست کی حمایت ہو ، تو گونگا بول دیتا ہے
جہاں پر سیکڑوں جھوٹی زبانیں ایک ہوجائیں
وہاں پر ایک 'نصراللہ' اکیلا بول دیتا ہے
منافق اور مومن کی کسوٹی ذکرِ حیدرؑ ہے
زباں خاموش رہ جائے تو ، چہرا بول دیتا ہے
شہیدِ راہِ حق کا ہے ثبوتِ زندگی ورنہ
سرِ نوک سناں سر آکے کس کا بول دیتا ہے
عجل مصروف ہوجاتی ہے، روحیں قبض کرنے میں
علیؑ کا شیر جب فوجوں پہ حملا بول دیتا ہے
تقیّہ اور غمِ شبیرؑ میں تنویرؔ ناممکن
مرے کچھ بولنے سے پہلے شجرا بول دیتا ہے

سلام

عکسِ کردارِ حسینؑ — وصفِ انصارِ حسینؑ
حرؑ مددگارِ حسینؑ — یہ ہے کردارِ حسینؑ
بے نظیرو لا جواب — عزم و ایثار حسینؑ
ناز وفخرِ ذوالفقار — تیغِ انکارِ حسینؑ
گنگ ہے فوج عدو — سن کے گفتارِ حسینؑ
خود ہیں جبریل امیں — ناز بردارِ حسینؑ
دشمنِ دین و عزا — اور طرفدارِ حسینؑ؟
کربلا میں حرؑ ہوا — خود گرفتارِ حسینؑ
مثلِ حرؑ آجایئے — واہے دربارِ حسینؑ
عزم ہوتا ہے جواں — سن کے انکارِ حسینؑ
خطبۂ زینبؑ ہے کیا — صرف اخبارِ حسینؑ
عظمتیں ہیں سجدہ ریز — یہ ہے معیارِ حسینؑ
دین سے جو دور ہے — وہ ہے غدّارِ حسینؑ
کربلا کیا ہے سنو — صرف شہکارِ حسینؑ
گلشنِ انسانیت — اب ہے گلزارِ حسینؑ
کون ہے ایسا جو ہو — دست بردارِ حسینؑ
مطمئن ہوں قبر میں — پاکے آثارِ حسینؑ
دین کی تنویرؔ میں — ضم ہیں انوارِ حسینؑ

سلام

دیکھ کر حیراں ہے دنیا شہہؑ کا سجدا آج تک
عصرِ عاشورہ جو سر رکھا نہ اٹھّا آج تک

معجزہ گر یہ نہیں تو اور ہے کیا آج تک
''دو کٹے ہاتھوں کے قبضے میں ہے دریا آج تک''

یہ مری آنکھیں سمندر ہیں غمِ شبیرؑ کا
چودہ صدیوں سے ہے جاری یہ نہ ٹھہرا آج تک

یہ حسینؑ ابنِ علیؑ کی اک نہیں کا ہے اثر
ہو سکا بیعت کا طالب پھر نہ پیدا آج تک

کردیا باطل کو اس نے دو پہر میں بے نقاب
کربلا کا ہے اہم یہ کار نامہ آج تک

جس قدر ہوتی رہی ہیں ذکرِ شہہؑ پر بندشیں
دن بدن بڑھتا رہا اتنا ہی چرچا آج تک

اس کو شہرِ علم کی خوشبو میسر ہی نہیں
جو درِ علمِ پیمبرؐ تک نہ پہنچا آج تک

اہلِ باطل کی وہ بدرنگی قبائیں پھٹ گئیں
چادرِ تطہیر کا ہے شامیانا آج تک

کربلا کے بعد ہر اک دور کے حرؑ کے لئے
حرؑ کا نقشِ پا ہے منزل کا ذریعا آج تک

عظمتِ کعبہ پہ اس نے آنچ تک آنے نہ دی
کربلا ، اس واسطے ہے فخرِ کعبا آج تک

شام ہی جس کی نہیں ہے صبحِ عاشورہ کے بعد
قسمتِ حُرؑ کو ملا ہے وہ سویرا آج تک

روضۂ غازی کی ہیبت چھائی ہے باطل پہ یوں
جیسے کوئی شیر ہو ساحل پہ بپھرا آج تک

بعدِ عاشورہ یہ کہہ کر عمر بھر روئیں ربابؑ
میں پیوں پانی، مرا اصغرؑ ہے پیاسا آج تک

ظالموں نے در بدر اُن کو پھرایا ننگے سر
جن کو سورج نے نہ دیکھا سر برہنا آج تک

مدحتِ آلِؑ نبیؐ تنویرؔ ہے اپنا شعار
ہم نے غیروں کا نہیں لکھا قصیدا آج تک

❋❋❋

سلام

ہزار بغض، حسد، دشمنی، کے ہوتے ہوئے
نبیؐ پہ آنچ نہ آئی علیؑ کے ہوتے ہوئے

کہا یہ حرؑ نے کہاں کی یہ عقلمندی ہے
کہ تیرگی میں رہوں روشنی کے ہوتے ہوئے؟

یہ کہہ اٹھے شبِ عاشور ناصرانِ حسینؑ
لگالوں موت گلے ، زندگی کے ہوتے ہوئے

کبھی بھی عشقِ علیؑ میں نہ لڑکھڑائے قدم
خدا گواہ ہے دیوانگی کے ہوتے ہوئے

ہمیشہ جن کا مقدر فرار تھا کیوں کر
وہ ہوتے فاتحِ خیبر علیؑ کے ہوتے ہوئے

قلم لرزتا ہے عباسؑ جب میں لکھتا ہوں
تمام طرح کی پاکیزگی کے ہوتے ہوئے

اے شمر! چھوڑدے عباسؑ، راہِ ایماں کو
رگوں میں خون ابوطالبی کے ہوتے ہوئے

سمندروں کو بھی حیرت ہے ، پیاسے نے پانی
اٹھا کے پھینک دیا تشنگی کے ہوتے ہوئے

دیارِ دین پیمبرؐ ہے آج تک پرنور
غمِ حسینؑ کی تنویر ہی کے ہوتے ہوئے

قطعہ

ہم پھر گئے ہیں دین سے ، عہد وفا کے بعد
حرؑ ہم کو بننا چاہئے ، آہ و بکا کے بعد
نامطمئن ہے آج مسلماں بذاتِ خود
اسلام مطمئن ہے بہت کربلا کے بعد

سلام

جو گرویدۂ کربلا ہوگیا ہے
وہ دل، دل نہیں آئینا ہوگیا ہے

یہ دل میں کچھ اتنا سوا ہوگیا ہے
کہ دردِ غمِ شہؑ دوا ہوگیا ہے

وہ نیزے پہ قرآنِ ناطق ہے گویا
سمجھتے ہیں سب معجزا ہوگیا ہے

چلے ہم جدھر لے کے غازیؑ کا پرچم
ادھر خود بخود راستا ہوگیا ہے

ہوا جب سے جبریل شاگردِ حیدرؑ
فرشتوں میں سب سے بڑا ہوگیا ہے

مسلماں سمجھتا ہے اسلام جس کو
وہ اب گلشنِ فاطمہؑ ہوگیا ہے

کوئی حرؑ کو راہی نہ کہہ کے پکارے
وہ راہی سے اب راستا ہوگیا ہے

جسے سب سمجھتے ہیں ششماہہ اصغرؑ
وہ مقصد میں سب سے بڑا ہوگیا ہے

درِ سیدہؑ کی بلندی تو دیکھو
ستارہ بھی زرہ نما ہوگیا ہے

کہے گا ملک مجھ سے تنویرؔ آکر
چلو بابِ فردوس وا ہوگیا ہے

قطعہ

بجا تدبیر ہے سب کچھ، مگر تقدیر بھی کچھ ہے
مقدر کے بدلنے کا یہ منظر دیکھتے جاؤ
شبِ عاشور کے حرؑ کا مقدر سب نے دیکھا ہے
ٹھہر کر صبح کے حرؑ کا مقدّر دیکھتے جاؤ

قطعہ

ظلم جب برسرِ پیکار نظر آیا تھا
صبر جب لاغر و بیمار نظر آیا تھا
لوگ چھ ماہ کا بچہ جسے سمجھے تھے، وہ
وقت پر حیدرؑ کرّار نظر آیا تھا

سلام

کردیں اشکوں کو جو گہر آنکھیں
میری رکھتی ہیں وہ ہنر آنکھیں

یہ عزا خانہ ، مجلس و ماتم
ہم نے دیکھا ہے کھول کر آنکھیں

قصرِ باطل سے دیکھ لی جنت
حرؑ کی کتنی تھیں پر اثر آنکھیں

کربلا ہے بسی جن آنکھوں میں
بس وہی تو ہیں معتبر آنکھیں

مٹ گئی آرزوئے دیدِ جناں
ٹک گئیں کربلا ہی پر آنکھیں

ہیبتِ غازیؑ کے سمندر میں
مرگئیں کتنی ڈوب کر آنکھیں

میں نے بستی بسا کے رکھی ہے
میری

ذمّہ داری ہے دیں کی اہلِ عزا
ہونے پائیں نہ بے خبر آنکھیں

یہ خزانے غمِ حسینؑ کے ہیں
میری کیا ڈھونڈیں مال وزر آنکھیں

روز و شب کربلا سے جنت تک
کر رہی ہیں مری سفر آنکھیں

شرمساری سے حرؑ کی پیشِ حسینؑ
گڑ گئیں بس زمین پر آنکھیں

ضربِ قاسمؑ تھی اور سرِ ازرق
ہوگئیں دو اِدھر اُدھر آنکھیں

آئے تنویرؔ قبر میں جو علیؑ
کھول دیں میں نے چونک کر آنکھیں

قطعہ

ایک دونوں کا مقصد، ایک دونوں کی منزل
راستہ شہؑ دیں سے کب جدا حسنؑ کا ہے
وقت کا تقاضہ تھا، صلح کر تو لی لیکن
جنگِ کربلا اصلاً فیصلہ حسنؑ کا ہے

سلام

یہ غم حسینؑ کا ، محتاجِ ماہ وسال نہیں
نفس نفس ہے بلندی اِسے زوال نہیں

مرے نبیؐ کی ہے جیسی ، کسی کی آل نہیں
یہ آفتاب ہی وہ ہیں جنہیں زوال نہیں

جو دولتِ غمِ سرورؑ سے مالامال نہیں
وہ در بدر کا بھکاری نہ ہو ، سوال نہیں

حسینؑ جنگ کی عباسؑ کو رضا کیا دیں
یزیدی فوج میں اصغرؑ کی جب مثال نہیں

قصیدہ پڑھتا ہوا حرؑ یہ اپنا نکلا ہے
کہ فوج اعدا میں اب کوئی باکمال نہیں

جو حادثات کی تیغوں کے وار روک سکے
جہاں میں نادِ علیؑ جیسی کوئی ڈھال نہیں

کہا یہ ازرق شامی سے ہنس کے قاسمؑ نے
چلا جا جنگ نہ کر ، تیری نیک فال نہیں

ہے ذوالفقار سے بڑھ کر تبسمِ اصغرؑ
یہ تیغ وہ ہے کہ جس کی کوئی مثال نہیں

پلٹنا خالی نہ پڑتا جو ''یا علیؑ'' کہتے
اکھاڑنا درِ خیبر کوئی محال نہیں

نظر میں رہتی ہے تنویرؔ کربلا ہی فقط
ہمیں تو جنت و کوثر کا بھی خیال نہیں

سلام

جس کی غم حسینؑ سے وابستگی رہے
کیونکر حیات اس کی نہ پھولی پھلی رہے

انکار کی وہ تیغ چلائی حسینؑ نے
بیعت رہی نہ طالبِ بیعت کوئی رہے

کوئی تو ہے کہ جس سے منور ہے یہ جہاں
ممکن ہے کب کہ چاند نہ ہو چاندنی رہے

ایسا کہاں ہوا شبِ عاشور کے سوا
گھر میں چراغ گل ہو مگر روشنی رہے

قربانیٔ حسینؑ کا مقصد یہی تو ہے
آدمؑ کی نسل جو بھی ہے وہ آدمی رہے

ٹھکرا دی کہہ کے شاہؑ نے یہ بیعتِ یزید
پتھر سے آئینے کی بھی کیا دوستی رہے

حبِّ علیؑ ، حسینؑ کا غم دونوں گر نہ ہوں
سادے ورق کے جیسی فقط زندگی رہے

تنویرؔ ان کے حشر کو محشر میں دیکھنا
دنیا میں اہل بیتؑ سے جو اجنبی رہے

سلام

آنکھوں میں غم شہہ کا جو دریا نہیں ہوتا
زرخیز کبھی دل کا علاقا نہیں ہوتا

قاسمؑ نے جو دنیا کو بتایا نہیں ہوتا
سب کہتے مزا موت کا اچھا نہیں ہوتا

''حلیہ سے کسی کے ہمیں دھوکا نہیں ہوتا
جو کچھ بھی چمکتا ہو وہ ہیرا نہیں ہوتا

ہم اہلِ عزا کی یہ نگاہیں ہیں کسوٹی
یہ جس کو پرکھ دیں کبھی کھوٹا نہیں ہوتا''

آتے ہیں ملک جب درِ زہراؑ پہ تو جلدی
دیکھا ہے کہ جانے کا ارادا نہیں ہوتا

رہ جاتے ملک خلد میں رہتے ہوئے بھوکے
زہراؑ کی جو روٹی کا سہارا نہیں ہوتا

دنیا ہی کو ہم لوگ سمجھ لیتے جہنم
شبیرؑ کا دنیا میں جو روضا نہیں ہوتا

عباسؑ گرادیتے نہ چلو کا جو پانی
صحرا کے سوا دنیا میں دریا نہیں ہوتا

اکبرؑ نے اذاں دی نہیں ہوتی جو دہم کو
اسلام کبھی تیرا سویرا نہیں ہوتا

رہ جاتیں پڑی چہرۂ باطل پہ نقابیں
زینبؑ ! جو ترا شام میں خطبا نہیں ہوتا

رکھتیں نہ اگر آ کے قدم فاطمہ زہراؑ
رتبہ یہ کبھی فرش عزا کا نہیں ہوتا

یہ کہنے لگا قسمتِ حرؑ دیکھ کے فطرس
اے کاش میں حرؑ ہوتا فرشتا نہیں ہوتا

چہرے کے ترے نور کو تشبیہ دوں کس سے
اے جونؑ! یہ سورج میں اجالا نہیں ہوتا

تنویرؔ مقدر سے ملا ہے غمِ شبیرؑ
ورنہ کوئی بخشش کا ذریعا نہیں ہوتا

قطعہ

یہ درِ آل پیمبرؐ کا فقط اعجاز ہے
ورنہ اک قطرہ کبھی دیکھا سمندر ہوگیا
اپنے گھر پر جب تلک تھا مفلس و نادار تھا
در پہ حیدرؑ کے ابھی آیا ابوذرؓ ہوگیا

سلام

خدا کے دین جاوداں کی زندگی نماز ہے
ہے حسینؑ آفتاب روشنی نماز ہے

حسینؑ کا نماز سے مقابلہ نہ کیجئے
نماز ہی حسینؑ ہے ، حسینؑ ہی نماز ہے

سجدۂ نماز عصر کر کے شہؑ بتاگئے
مقصدِ شہادت حسینؑ ہی نماز ہے

ہم شبیہِ مصطفیؐ اذانِ صبح دیتے ہیں
ہم شبیہِ مصطفیؐ کی پیروی نماز ہے

راضیِ سیدہؑ کی بیٹیوں کو رکھنے کے لئے
اے کنیزِ زینبؑ حزیں! تری نماز ہے

شامِ غربتاں ہے اور خاک کا مصلّیٰ ہے
ان اسیروں کی عجیب شان کی نماز ہے

ایک بے نمازی اور حسینی ہو ، یہ جھوٹ ہے
آلِ مصطفیؐ سے اصل دوستی ، نماز ہے

اپنا گھر لٹادیا نماز ہی کے واسطے
حسینؑ کی نظر میں کتنی قیمتی نماز ہے

کربلا میں ساتھ ساتھ تھے حسینؑ اور نماز
آج بھی حسینیت ہے ، آج بھی نماز ہے

شاعرِ حسینؑ ہم ہیں تیرگی کا خوف کیا
قبر میں ہماری بنکے روشنی نماز ہے

سلام

شبیرؑ سے نادان یہ کیا مانگ رہا ہے
بیعت تو نہیں، اپنی قضا مانگ رہا ہے
اسلام کو غیروں کی نظر لگ گئی شائد
عباسؑ سے پرچم کی ہوا مانگ رہا ہے
کیوں ناز نہ ہو جونؑ تجھے شکل یہ اپنی
سورج ترے چہرے سے ضیا مانگ رہا ہے
عاشور کو بھٹکے ہوئے راہی کی طرح حرؑ
شبیرؑ سے جنّت کا پتا مانگ رہا ہے
معراجِ عمل کے لئے حرؑ صبح دہم کو
شبیرؑ سے مرنے کی رضا مانگ رہا ہے
قاسمؑ نے بتایا ہے ابھی ذائقۂ موت
اب جو ہے وہ مرنے کی رضا مانگ رہا ہے
مرضی سے بڑی چیز کو دے کر شبِ ہجرت
یہ نفس ہے کس کا کہ خدا مانگ رہا ہے
دربارِ حسینی میں پہونچنے کی اجازت
تنویرؔ کا دل صبح و مسا مانگ رہا ہے

سلام

یوں کرو عشق علیؑ فکر و نظر خوشبو دے
زندگی ایسی جیو شام و سحر خوشبو دے

الفتِ آلِ پیمبرؐ کا تقاضہ ہے یہی
ہم ہوں جس حال میں ، کردار مگر خوشبو دے

گھر سے ہم نکلیں ، اگر بہرِ صلاحِ امّت
یہ یقیں ہم کو ہے پھر عزمِ سفر خوشبو دے

فاطمہؑ لکھتے ہی احساس ہمیں ہوتا ہے
جیسے اِس نام کا ہر زیرو زبر خوشبو دے

دین پر دولتِ دنیا وہ لٹادیتے ہیں
جن کو خواہش ہے کہ محشر میں یہ زر خوشبو دے

دل میں ہمدردئ مظلوم کا جذبہ ہو اگر
پھرغمِ شہؑ میں نہ کیوں دیدۂ تر خوشبو دے

گھر میں لازم ہے بچھے فرشِ عزائے شبیرؑ
تاکہ ذکرِ غمِ شبیرؑ سے گھر خوشبو دے

اس لئے کرتا ہوں میں ذکرِ وفائے عباسؑ
میرے کردار میں کچھ اس کا اثر خوشبو دے

حرؑ سے پہلے کبھی دیکھا نہ سنا میں نے حسینؑ
جس میں بس کانٹے اگے ہوں وہ شجر خوشبو دے

ماں کی تعظیم سرآنکھوں پہ رہی ہے تنویرؔ
کیوں نہ پھر ماں کی دعاؤں کا اثر خوشبو دے

سلام

منافق اپنے چہروں کو عیاں ہونے نہیں دیتے
علیؑ کے یہ فضائل ہیں، نہاں ہونے نہیں دیتے
خمینیؒ ہم کبھی بن کر کبھی ہم بن کے نصراللہ مدظلہ
یذیدیّت کے منصوبے جواں ہونے نہیں دیتے
یہ دہشت گرد رکھتے ہیں ، مزاجِ کوفیٔ و شامی
یہ صدیوں سے کہیں امن و اماں ہونے نہیں دیتے
ہمارے دل کی دھڑکن میں غمِ شبیرؑ شامل ہے
ہم اک لمحہ بھی اپنا رائگاں ہونے نہیں دیتے
زبانیں کاٹنے والے تلے ہیں چپ کرانے پر
علیؑ کے تزکرے ہیں ، بے زباں ہونے نہیں دیتے
عزاداروں کے دل بس اس لئے ہیں مثلِ آئینہ
یہ اپنے شیش محلوں میں دھواں ہونے نہیں دیتے
غمِ شہہؑ کے جو منکر تھے یہاں، ان کو سرِ محشر
فرشتے داخل باغِ جناں ہونے نہیں دیتے
عجب تنویرؔ ہیں یہ داغ ماتم کے ، لحد میں بھی
ہمیں محسوس تک تنہائیاں ہونے نہیں دیتے

سلام

نبیؐ کی آلؑ کو ، جو ناخدا بناتے ہیں
بھنور میں اپنا وہی راستا بناتے ہیں

حسینؑ آپ وہاں کربلا بناتے ہیں
ہم اپنے گھر میں یہاں تعزیا بناتے ہیں

ملا کے خاکِ شفا میں ہم اپنے اشکِ عزا
جناں میں اپنے لئے گھر نیا بناتے ہیں

دعائیں چشم زدن میں قبول ہوتی ہیں
علم کو تھام کے جو واسطا بناتے ہیں

بغور کاتبِ تقدیر دیکھتا ہے کھڑا
حسینؑ قسمتِ حرؑ ، کیا سے کیا بناتے ہیں

نبیؐ نے دی ہے سند جن کو حکمِ خالق سے
انہیں کو اہلِ عزا رہنما بناتے ہیں

یہ کہہ کے سعد کے بیٹے سے حرؑ چلے آئے
برے جو ہوتے ہیں ، سب کو برا بناتے ہیں

جری کو بھیج کے سفّین میں علیؑ نے کہا
ہم اپنے جیسا اسے دوسرا بناتے ہیں

جری کی نذر کا پانی ہم اپنے بچّوں کو
پلا پلا کے انہیں ، سورما بناتے ہیں

یہ ناصروں کا ہے کب امتحاں شبِ عاشور
اک ایک فرد کو شہؑ آئینا بناتے ہیں

سر ہانے بیٹھے ہوئے لاشِ جونؑ کے سرور
سیاہ جون کا رخ دودھیا بناتے ہیں

رہے گی خلد بھی تنویرؔ دور ہی اُن سے
غمِ حسینؑ سے جو فاصلا بناتے ہیں

قطعہ

نسل کی پاکیزگی تنویرؔ لازم ہے یہاں
مل نہیں سکتا غمِ شہہؑ سے تمسّک مانگ کر
ہم نے دیکھا ہے رئیسوں کو فقیروں کی طرح
مجلسِ شبیرؑ کا کھاتے تبرّک مانگ کر

سلام

حبیبؑ دیکھ کے تیرے ہی دوستی کے چراغ
بجھا کے آ گئے حرؑ اپنی دشمنی کے چراغ

جلائے بیٹھے تھے بوذرؑ جو مفلسی کے چراغ
انہیں علیؑ نے بنائے، تونگری کے چراغ

یزیدِ وقت کا چہرا حسینی کے جوتے
ہمیں جلاتے ہیں ایسے بہادری کے چراغ

ہوائے پرچمِ عباسؑ سب بجھا آئی
جو ٹمٹماتے تھے ساحل پہ بزدلی کے چراغ

طلوع ہوتا ہے ، وہ ماہتاب ہاشمؑ کا
فلک کے سب نظر آتے ہیں پھیکے پھیکے چراغ

ہوائے خطبۂ زینبؑ کچھ اتنی تیز چلی
کہ بجھ کے رہ گئے باطل کی، ہر گلی کے چراغ

سرِ حسینؑ یہ کہتا ہے نوکِ نیزہ سے
”دیارِ موت میں جلتے ہیں زندگی کے چراغ“

ہوائے ظلم کے، ناکامیاں ہی ہاتھ لگیں
ہمیشہ جلتے رہے ہیں حسینؑ ہی کے چراغ

جلانے والوں کے گھر، خود جلا کے خاک کیئے
کریں نہ کیوں یہ شرارت، شرارتی کے چراغ

عمل کی راہ میں تنویرؔ تیرگی کیسی
لئے ہوں آلِ پیمبرؐ کی پیروی کے چراغ

سلام

جو کربلا کے مقاصد سے آشنا ہی نہیں
وہ ہوں ستم کے مخالف یہ حوصلا ہی نہیں

اگر حسینؑ کا سینے میں غم رہا ہی نہیں
تو سانس لینے کا دنیا میں فائدا ہی نہیں

سوائے دامن زہراؑ جو تو لے اشک عزا
کوئی جہان میں پیمانا وہ بنا ہی نہیں

ہمیں مدینے سے جنت تلک ترا اصغرؑ
بہت تلاش کیا نقش پاملا ہی نہیں

عجب جواب تھا شہہؑ کا ، سوال بیعت پر
سوال ہم سے دوبارہ کبھی ہوا ہی نہیں

کرے بھی نہر پہ غازی ،تو جنگ کسی سے کرے
سپاہی فوجِ ستم کا کوئی بچا ہی نہیں

غروب ہوتا ہوا جب سے پلٹا ہے سورج
بغیر اذنِ علیؑ ، پھر کبھی بڑھا ہی نہیں

پلٹ کے روضۂ سرور سے کیا گیا رضواں
کہ آنکھ بھر کے وہ اب خلد دیکھتا ہی نہیں

ازل سے الفتِ آلِؑ نبیؐ ہے دل میں مرے
دیا یہ جب سے جلا ہے کبھی بجھا ہی نہیں

نہ جانے کتنے مسائل میں دنیا الجھی ہے
حسینیوں کے یہاں کوئی مسئلا ہی نہیں

نظارے خلد کے تنویرؔ خوب ہیں لیکن
سوائے کرب و بلا کچھ ہمیں جچا ہی نہیں

قطعہ

اے ابوطالبؑ! یہ تیرے خون کی تاثیر ہے
تیرے گھر کا بچہ بچہ شیر دل پیدا ہوا
اک علیؑ نے کلّۂ اژدر کو چیرا مہد میں
اک علیؑ جھولے سے رن میں آ گیا ہنستا ہوا

قطعہ

علیؑ سے دوستی اور دشمنی دونوں ہے یوں ، جیسے
مہک پھولوں میں ہوتی ہے،چبھن کانٹوں میں ہوتی ہے
درِ آلِؑ نبیؐ کی ہے غلامی کا شرف حاصل
ہماری اس لئے گنتی ، بڑے لوگوں میں ہوتی ہے

خواتین کربلا

ہیں شیر دل دلیر خواتین کربلا
عزم و عمل سے سیر خواتین کربلا
یہ وہ ہیں جن ذوات پہ نازاں ہیں عظمتیں
ان پر نثار مریمؑ و حوّا کی رفعتیں
حق بین و حق نوا ہیں یہ شبّیریت شناس
ظلم و ستم سے ذرہ برابر نہیں ہراس
تیغوں کے ہیں زبانوں میں ، جوہر لئے ہوئے
مٹھی میں ہیں ، یہ دیں کا مقدّر لئے ہوئے
ہمّت پلا کے لائی ہیں بچوں کو شیر میں
بھردی ہے کوٹ کوٹ کے پاکی ضمیر میں
ہیں کربلا تلک ہی شیدانِ کربلا
ان سے بہت ہیں آگے اسیرانِ کربلا
انصارؑ سارے ہوگئے شبیرؑ کی طرح
ساری کنیزیں، زینبؑ دلگیر کی طرح
عباسؑ کے علم کی علم دار اب یہ ہیں
شبّیریت کی آہنی دیوار اب یہ ہیں
تنویرؔ کربلا کے فرامین کو سلام
تنویرؔ کربلا کی خواتین کو سلام

سلام

ہمیں مل جائے گی جنّت غمِ سرورؑ منانے سے
عزادار حسینی ظلم سے ہر گز نہیں ڈرتے
کبھی بھی ظلم کے ہاتھوں پہ یہ بیعت نہیں کرتے
یہ بس اسلام پر جیتے ہیں اور اسلام پر مرتے
کبھی باطل سے یہ ڈرتے نہیں آنکھیں دکھانے سے
ہمیں مل جائے گی جنّت غم سرورؑ منانے سے

غم شبیرؑ پر ہر روز جو فتوے لگاتے ہیں
یہ بدعت ہے وہ بدعت ہے جو دنیا کو بتاتے ہیں
وہ کھل کر سامنے آتے نہیں آنکھیں چراتے ہیں
انہیں تکلیف کیوں ہوتی ہے میرے غم منانے سے
ہمیں مل جائے گی جنّت غم سرورؑ منانے سے

کلامِ پاک پر شائد عمل تم سب نہیں کرتے
حدیثوں میں جو لکھا ہے اسے تم کیوں نہیں پڑھتے
حقیقت کو حقیقت کی طرح تم کیوں نہیں لکھتے
حقیقت چھپ نہیں سکتی ہے پردوں میں چھپانے سے
ہمیں مل جائے گی جنّت غم سرورؑ منانے سے

حقیقت کو کہاں کس کس سے اب جھٹلاؤ گے تم سب
یونہی بغضِ علیؑ دل میں لئے مرجاؤ گے تم سب
دوائے بغض دنیا میں کہیں نا پاؤ گے تم سب
یہ زخمِ دل نہیں بھرتے دواؤں کے لگانے سے
ہمیں مل جائے گی جنّت غم سرورؑ منانے سے

عبادت پر لگانا بندشیں شیطاں کی ہے حرکت
عبادت سے نہیں کم ہے یہ اہل بیتؑ کی الفت
یہی ہیں وارث کوثر یہی ہیں وارث جنّت
بدل جاتی ہیں تقدیریں انہیں سے لو لگانے سے
ہمیں مل جائے گی جنّت غم سرورؑ منانے سے

نبیؐ نے خم کے میداں میں جسے بڑھ کر اٹھایا ہے
بزرگوں نے تمہارے جس کو مولا اپنا مانا ہے
وہی رہبر ہمارا ہے وہی مولا ہمارا ہے
چلی نسلِ امامت ہے پیمبرؐ کے گھرانے سے
ہمیں مل جائے گی جنّت غم سرورؑ منانے سے

علیؑ کا شیر ہوں عباسؑ غازی نام ہے میرا
جو ناممکن ہو ممکن میں بدلنا کام ہے میرا
جو تھا اسلام دادا کا وہی اسلام ہے میرا
پلٹ سکتا ہے سورج بھی مرے انگلی دکھانے سے
ہمیں مل جائے گی جنّت غم سرورؑ منانے سے

خطا کیا ہوگئی آتے نہیں کیوں اے علیؑ اصغرؑ
فغاں بانو کی تھی مجھ کو یہ بتلا دو ذرا آ کر
کھڑی ڈیوڑھی پہ کب سے راہ تکتی ہے تری مادر
بتاؤ کیا کروں قاصر رہی پانی پلانے سے
ہمیں مل جائے گی جنّت غم سرورؑ منانے سے

ہمیں تنویرؔ دنیا میں اماموںؑ سے محبت ہے
مقدّر میں ہمارے کوثر و تسنیم و جنّت ہے
ہماری شاعری آلؑ پیمبرؐ کی بدولت ہے
ہمیں کچھ بھی نہیں حاجت زمانے کے خزانے سے
ہمیں مل جائے گی جنّت غم سرورؑ منانے سے

قطعہ

کمال تیغ یہ ہے جسم سے سر کو قلم کردے
مگر تیغِ زباں کی کچھ عجب تاثیر ہوتی ہے
جہاں پر ذوالفقارِ حیدری خاموش رہتی ہے
وہاں پر زینبؑ و سجّادؑ کی تقریر ہوتی ہے

مسدس

حسینؑ

وجودِ ذاتِ خدا کی دلیل ہے شبیرؑ
خدا کے دین کا بیشک کفیل ہے شبیرؑ
جمال و حسن کا پیکر جمیل ہے شبیرؑ
ہو قرب لاشِ پسر تو خلیل ہے شبیرؑ
زوال جس کو نہیں ، وہ ہے آفتاب حسینؑ
خزاں نہ چھو سکی جس کو ، وہ ہے گلاب حسینؑ

گھنے اندھیروں میں سورج بھی ، روشنی بھی حسینؑ
چمن بھی ، پھول بھی ، پھولوں کی تازگی بھی حسینؑ
بشر بھی خود ، بشریّت کی زندگی بھی حسینؑ
غموں کی دنیا بھی ہے ، مرکزِ خوشی بھی حسینؑ
حسینؑ شعلہ بھی ، شبنم بھی ہے ، شرارا بھی
حسینؑ، عظمتِ اسلام کا منارا بھی

ہے اس کی ذات کے چو گِرد عظمتوں کا حصار
بہار بن کے یہ لایا خدا کے دیں پہ نکھار
سوال آیا ، تو بیعت سے کردیا انکار
'نہیں' پہ اس کی ہے ، انسانیت کا دار و مدار
اسی 'نہیں' میں تو صلحِ حسنؑ بھی مضمر ہے
حسینؑ ورنہ زمانے کا اپنے حیدرؑ ہے

ہے اس میں بادشہہ مشرقین کی خوشبو
ہے اس میں فاتحِ بدر و حنین کی خوشبو
ہے اس میں فاطمہؑ کے نورِ عین کی خوشبو
زمانہ کہتا ہے جس کو ، حسینؑ کی خوشبو
وہی حسینؑ کہ باطل کو جس سے سکتا ہے
اسی سے گلشنِ دینِ خدا مہکتا ہے

اسی کے صدقے میں یہ کائنات قائم ہے
نماز و روزہ وحج و زکات قائم ہے
خدا کا دین ، محمدؐ کی بات قائم ہے
ابھی اک حجّتِ قائمؑ کی ذات ، قائم ہے
یہ آسمان ہے باقی ، زمین باقی ہے
حسینؑ ہی کی بدولت یہ دین باقی ہے

اسے تھی خاروں سے نفرت ، یہ تھا بہار پسند
سکون و امن کا پیغامبر ، قرار پسند
ہمیشہ تھا رخِ اسلام پر ، نکھار پسند
اسے نہ تخت کی خواہش ، نہ اقتدار پسند
ملی تھی مرضیٔ پروردگار، کیا کرتا
حسینؑ سلطنت و اقتدار، کیا کرتا

اسی نے بخشی ہے انسانیت کو یہ توقیر
اسی سے بھیک میں شمس و قمر نے لی تنویر
خدا کے دین کی اصلاً حسینؑ ہے تصویر
حسینؑ جس کی ابد تک نہ مل سکے گی نظیر
حیات و موت کے معنیٰ بدل دیا اس نے
یزیدی سانپ کے پھن کو کچھ دیا اس نے

نبوتوں کا محافظ، خدا کے دیں کی پناہ
یہ مسجدوں کی اذانیں، ابد تلک ہیں گواہ
تھی زیرِ تیغ بھی اس کی، خدا کے دیں پہ نگاہ
تھا لب پہ اَشْہدو اَن لاالہٰ اِللہ
یہ عبد وہ ہے کہ معبود جس پہ ناز کرے
ادا اس عبد کا خود شکریہ نماز کرے

ہے سب سے قیمتی شئے کائنات میں، عزّت
ہے اس کے سامنے سب ہیچ دولت و ثروت
وہ زندگی نہیں جس میں ہو ہر قدم ذلّت
تھی ایسے جینے سے ذات حسینؑ کو نفرت
اسے تھی موت ہی ذلت کی زندگی سے عزیز
یہ زندگی کو بنائے ہوئے تھا اپنی کنیز

وطن کو چھوڑ دے جنگل بسالے، ممکن ہے
ترائی چھوڑ دے خیمہ ہٹالے، ممکن ہے
یہ دل پہ داغ بہتر کے کھالے، ممکن ہے
ستم کے ہاتھوں یہ گردن کٹالے، ممکن ہے
حسینؑ چھوڑ دے راہِ ثبات، ناممکن
رکھے یزید کے ہاتھوں پہ ہاتھ، ناممکن

نہ جب حسینؑ کے دامن میں کچھ رہا باقی
رہے نہ دہر میں انصارو اقربا باقی
رہِ خدا میں لٹانے کو کیا بچا باقی
خود ایک آخری ہدیہ ہی رہ گیا باقی
''نہ لشکرے نہ سپاہے نہ کثرتُ النّاسے
نہ قاسمی نہ علی اکبرؑے نہ عباسی''

حسینؑ نے درِ خیمہ پہ دی صدا زینبؑ
تمہارا حافظ و ناصر ہے اب خدا زینبؑ
تمہیں اب اہل حرم کو سنبھالنا زینبؑ
خیال میری سکینہؑ کا رکھنا یا زینبؑ
حسینؑ خیمہ سے باہر کچھ اس طرح نکلا
جنازہ کوئی بھرے گھر سے جس طرح نکلا

ہے وقت عصر ، لرزتی ہے کربلا کی زمیں
حسینؑ تنہا ہے ، اور چار سو ہیں دشمن دیں
لہو میں تر ہے بدن ، اور شکن جبیں پہ نہیں
ہے لب پہ شکرِ خدا ، سجدے میں جھکی ہے جبیں
فضا میں گونج رہی ہے صدائے شور و شین
گلے پہ تیغ ہے اور مسکرارہا ہے حسینؑ

حسینؑ وعدۂ طفلی نبھانے آیا تھا
یہ کربلا میں بھرا گھر لٹانے آیا تھا
یہ اپنے نانا کی امّت بچانے آیا تھا
یزیدیت کے مشن کو مٹانے آیا تھا
یہ ایک دن میں عجب طرح انقلاب ہوا
حسینؑ وعدۂ طفلی میں کامیاب ہوا

سلام تجھ پہ مرا اے قتیلِ جور و جفا
سلام تجھ پہ مرا اے محافظِ کعبہ
سلام تجھ پہ مرا اے شہیدِ راہِ وفا
سلام تجھ پہ مرا اے شفیعِ روزِ جزا
سلام تجھ پہ ہو اے شاہِ مشرقین سلام
سلام کرتا ہے تنویرؔ اے حسینؑ! سلام

قطعہ

کب بے غرض ہے واقعۂ کربلا حضور
تائیدِ مصطفیٰ ﷺ کی ، اجازت حسنؑ کی ہے
قاسمؑ نہیں ہیں کرب و بلا میں ، پئے جہاد
تعویذ ہے گواہ ، نیابت حسنؑ کی ہے

قطعہ

ریگزاروں کا سفر ہو ، پیاس ہو پانی نہ ہو
اور چہرے پر مسافر کے پریشانی نہ ہو
پھیر لے اک ایسا پیاسہ اپنا جس دریا سے رخ
یہ نہیں ممکن کہ اس دریا میں طغیانی نہ ہو

مسدس

حسینؑ اور ان کے دروس

جو مرضئ خدا کا ہے مختار وہ حسینؑ
وہ جو ہے ہر زمانے کا سردار وہ حسینؑ
جو بہرِ ظلم بن گیا تلوار وہ حسینؑ
بیعت سے جس نے کردیا انکار وہ حسینؑ
انسانیت کو جینے کا پیغام دے گیا
جو مر کے کائنات کو اسلام دے گیا

دین خدا پہ جس کا ہے احسان ، وہ حسینؑ
انسانیت کا جو ہے نگہبان ، وہ حسینؑ
کہتے ہیں جس کو وارث قرآن ، وہ حسینؑ
کل انبیاؑء کی رکھتا ہے جو شان ، وہ حسینؑ
توحید جس پہ ناز کرے ، وہ حسینؑ ہے
جو موت پا کے بھی نہ مرے ، وہ حسینؑ ہے

نازاں ہے جس کی ذات پہ آدمؑ ، وہ ہے حسینؑ
جس سے بلند دیں کا ہے پرچم ، وہ ہے حسینؑ
ہر دل میں جس کا آج بھی ہے غم ، وہ ہے حسینؑ
کہتے ہیں جس کو محسن اعظم ، وہ ہے حسینؑ
ظلم و نفاق و مکر کی تعمیر توڑ دی
جس نے بغاوتوں کی کلائی ، مروڑ دی

وہ جو سوارِ دوشِ پیمبرؐ ہے وہ حسینؑ
صبرو ثبات و عزم کا پیکر ہے وہ حسینؑ
ہاں وہ جو اپنے عہد کا حیدرؑ ہے وہ حسینؑ
جو شعبۂ حیات کا افسر ہے وہ حسینؑ
وہ جس کی موت قصرِ حیاتِ دوام ہے
وہ جس کی موت زندگی صبح و شام ہے

وہ جو بنائے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰہ ہے
جس کی بلندیوں کا خدا خود گواہ ہے
جس کا گدا فقیر نہیں بادشاہ ہے
ہاں! وہ حسینؑ جس کی نظر حق پناہ ہے
جس نے بتایا موت ہے کیا، کیا ہے زندگی
جس نے خدا کا ذکر کیا زیرِ تیغ بھی

کیا مقصدِ حسینؑ ہے اس پر نظر رکھو
ویران مسجدیں ہیں ، اذاں ان میں جا کے دو
جھوٹی حسینؑ سے نہ محبت کا دم بھرو
اٹھو نماز پڑھنے کو اٹھو حسینیو!
یہ کام گر قبول تو سب کچھ قبول ہے
ورنہ ہمارا جو بھی عمل ہے فضول ہے

ہاں، گوشِ دل سے شاہؑ کا پیغامِ حق سنو
دنیا تمہیں حسینی کہے ، وہ عمل کرو
جینے دو دوسروں کو بھی خود شان سے جیو
آجائے وقت دینِ خدا پر ، تو مر مٹو
پھر پیروِ حبیب مظاہرؓ بنو گے تم
اس طرح سے حسینؑ کے ناصر بنو گے تم

دنیا میں جس جگہ بھی نظر آئے تیرگی
اپنے عمل کی شمع سے پھیلادو روشنی
بہتر ہے موت جینے سے ذلّت کی زندگی
ہاں بس یہی حسینؑ کی خواہش ہے بس یہی
حق بات کہہ دو میثمِ تمارؓ کی طرح
پہچانے جاؤ ایک وفادار کی طرح

طے کیسے راہ صبرو رضا کی حسینؑ نے
عزم و عمل کی راہ عطا کی حسینؑ نے
تیروں میں بھی نماز ادا کی حسینؑ نے
بخشی ہے خاک و خون کو پاکی حسینؑ نے
احسان ہم غریبوں پہ واللہ کردیا
توحید و اتحاد سے آگاہ کردیا

تنویرؔ ذکرِ سبطؓ نبیؐ ، نیک کام ہے
اس کام کو نصیب ، جہاں میں دوام ہے
کم اس عمل کے واسطے ہر صبح و شام ہے
اس کام سے رسولؐ کا باقی نظام ہے
مجلس میں آکے دین کے احکام لیجئے
اس تذکرہ سے مذہبِ اسلام لیجئے

قطعہ

جو ذکرِ کربلا لوری میں اپنی سنتے رہتے ہیں
وہی بچے بڑے ہو کر بہادر، مرد بنتے ہیں
جنہیں یہ کربلا کی جنگ دو شاہوں کی لگتی ہے
وہ جب کچھ بن نہیں پاتے ،تو دہشت گرد بنتے ہیں

باب المصائب

(نوحے)

نوحہ

میں نے اپنے وطن کو چھوڑا ہے
بہرِ اصلاحِ امّتِ جَدّی

(۱)

بہرِ اصلاحِ امتِ جَدّی باقی رکھنے کو سیرتِ جَدّی
میں نے اپنے وطن کو چھوڑا ہے
بہرِ اصلاحِ امتِ جَدّی

(۲)

یہ ہے قولِ حسینؑ ابنِ علیؑ ایک قربانی میں نے یہ بھی دی
میں نے اپنے وطن کو چھوڑا ہے
بہرِ اصلاحِ امّتِ جَدّی

(۳)

اے مسلمانو! آشنا رہنا تو بھی شاہد مرے خدا رہنا
گھر سے میں نے قدم نکالا ہے
بہرِ اصلاحِ امّتِ جدّی

(۴)

میں نواسہ نبیؑ کا ہوں لوگو! مجھ کو پہچان لو مسلمانو!
کربلا تک حسینؑ آیا ہے
بہرِ اصلاحِ امّتِ جدّی

(۵)

مجھ سے اہلِ عزا جو الفت ہے   میرا پیغام تم پہ حجت ہے

پیشِ خالق جبیں جھکانا ہے

بہرِ اصلاحِ امّتِ جدّی

(۶)

میرا پیغام ہے یہ آفاقی   امن و انسانیت رہے باقی

زندگی کا یہی تقاضہ ہے

بہرِ اصلاحِ امّتِ جدّی

(۷)

حلق اصغرؑ ہو تیر سہ شعبہ   سینا اکبرؑ کا ، ظلم کا نیزہ

شانے عباسؑ کے کٹیں کیا ہے

بہرِ اصلاحِ امّتِ جدی

(۸)

سر سے چادر بہن کے چھن جائے   ہاں سکینہؑ یتیم کہلائے

اب تو جو ظلم ہو گوارہ ہے

بہرِ اصلاحِ امّتِ جدی

(۹)

یہ جو تنویرؔ نوحے لکھتا ہے   اس کو عمرانؔ خوب پڑھتا ہے

میرا پیغام عام کرتا ہے

بہرِ اصلاحِ امّتِ جدّی

نوحہ

غموں سے چور میں دکھیاری ماں حسینؑ کی ہوں

میں نوحہ خوان عزادارو! ہاں حسینؑ کی ہوں

(۱)

مرے حسینؑ کا سر کٹ رہا ہے مقتل میں   اک اک سے چیختی میں پھر رہی ہوں جنگل میں

مری فغاں بھی نہیں کوئی سننے والا ہے

غموں سے چور میں دکھیاری ماں حسینؑ کی ہوں

(۲)

یہ میرا لختِ جگر ہے نبیؐ کا نورِ نظر   نہ ذبح کر اسے ظالم خدا سے کچھ تو ڈر

زمین کانپتی ہے آسماں لرزتا ہے

غموں سے چور میں دکھیاری ماں حسینؑ کی ہوں

(۳)

بڑے ہی نازوں کا پالا ہے میرا نورِ نظر   پڑا ہے چور یہ زخموں سے گرم ریتی پر

بدن سے چار طرف خوں زمیں پہ بہتا ہے

غموں سے چور میں دکھیاری ماں حسینؑ کی ہوں

(۴)

میں غم رسیدہ بھلا کیسے دیکھوں یہ منظر   کہ میرے لال کی گردن ہو شمر کا خنجر

حرم میں کیا کہوں کہرام ایک برپا ہے

غموں سے چور میں دکھیاری ماں حسینؑ کی ہوں

(۵)

ہے ماں کی ممتا کیا، ایک ماں سمجھتی ہے   سرہانے لاشِ پسر کے یہ دکھیا بیٹھی ہے
جوان لال پڑا سامنے تڑپتا ہے
غموں سے چور میں دکھیاری ماں حسینؑ کی ہوں

(۶)

مری کنیزو! تمہیں واسطہ ہے زینبؑ کا   مری خوشی کے لئے تم پھرو نہ بے پردہ
مری ہے تم سے یہ خواہش یہی تمنّا ہے
غموں سے چور میں دکھیاری ماں حسینؑ کی ہوں

(۷)

سکون دل کو مرے جس سے ہو، عمل وہ کرو   مری کنیزو! مرے قلب کی دعائیں لو
تمہارے واسطے فضّہؑ مری نمونہ ہے
غموں سے چور میں دکھیاری ماں حسینؑ کی ہوں

(۸)

حسینؑ کی صفِ ماتم بچھاؤ اہلِ عزا   میں جیسے کرتی ہوں کچھ اس طرح کرو گریہ
مرے غموں کا عزادارو یہ مداوا ہے
غموں سے چور میں دکھیاری ماں حسینؑ کی ہوں

(۹)

جزائیں دوں گی میں تنویرؔ ہو کہ وہ عمراں   یہ میرے لال کا شاعر وہ اس کا نوحہ خواں
میں وعدہ کرتی ہوں فردوس ان کو دینا ہے
غموں سے چور میں دکھیاری ماں حسینؑ کی ہوں

★★★

نوحہ

اک ایسا وقت بھی آیا ، حسینؑ رونے لگے
پڑھا جو نامۂ صغراؑ ، حسینؑ رونے لگے
عجیب خط کا تھا لہجا ، حسینؑ رونے لگے
نہ جانے درد تھا کتنا، حسینؑ رونے لگے
تمام یاد دلائے تھے وعدے صغریٰؑ نے
نہ نبھ سکا کوئی وعدا ، حسینؑ رونے لگے
چچا کا حال جو پوچھا ہے اک بھتیجی نے
نگاہ کی سوئے دریا ، حسینؑ رونے لگے
لکھا ہے صغری نے اصغرؑ کی خیریت تو ہے
اٹھائے ہاتھوں پہ لاشا حسینؑ رونے لگے
پہونچ کے لاش پہ اکبرؑ کی اتنا کہتے ہی
بہن نے بھیجا ہے ناما حسینؑ رونے لگے
نگاہ پڑ گئی قاسمؑ کے نام پر جس دم
نظر میں پھر گیا چہرا حسینؑ رونے لگے
اک اک کی لاش پہ رکھ رکھ کے خود خطِ صغری
کھڑے جھکائے سر اپنا حسینؑ رونے لگے
خبر جو نامۂ صغریٰ کی پہونچی خیمے میں
ہوا اک حشر سا برپا ، حسینؑ رونے لگے
جواب صغریٰ کے خط کا میں کیا لکھوں قاصد
جو حال دیکھا ہے کہنا حسینؑ رونے لگے
کہا بس اتنا ہی تنویرؔ شہہؑ نے قاصد سے
مریض ہے مری صغریٰ ، حسینؑ رونے لگے

نوحہ

یہ خط میں صغریٰ نے لکھا ، میں انتظار میں ہوں
اب آ بھی جاؤ اے بابا ،میں انتظار میں ہوں

جو وعدہ کر کے گئے تھے، وہ جا کے بھول گئے
ذرا بھی تم نے نہ سوچا ، میں انتظار میں ہوں

اکیلے پن کا سہارا ، فقط اداسی ہے
حرام ہوگیا جینا ، میں انتظار میں ہوں

نہ آ سکو، تو بلالو، میں خود چلی آؤں
کسی کو بھیج دو بابا، میں انتظار میں ہوں

میں جیسے بھول گئی ، نیند کیسی ہوتی ہے
کہاں کا جاگنا، سونا ، میں انتظار میں ہوں

اداسیاں مرے گھر کی ستاتی ہیں مجھ کو
میں کس طرح رہوں زندا، میں انتظار میں ہوں

ہماری گود سے کیوں لے گئے تھے اصغرؑ کو
اسے بھی تم نے نہ بھیجا ، میں انتظار میں ہوں
تمہیں میں جھولا جھلاؤں گی ،آؤ اے اصغرؑ
اداس اداس ہے جھولا ، میں انتظار میں ہوں

نہ اپنے والے رہے اور نہ اب رہی صحت
تو دے دے موت خدایا ، میں انتظار میں ہوں

برے برے سے خیالات دل میں آتے ہیں
خبر ہی بھیج دو بابا ، میں انتظار میں ہوں

دیا جو صغریٰ نے قاصد کو خط، تو رو کے کہا
یہ جاکے بابا سے کہنا ، میں انتظار میں ہوں

کہاں تک اس کے مصائب لکھوں میں اے تنویرؔ
یہ جس کا نوحہ تھا ، بابا میں انتظار میں ہوں

قطعہ

ہے نظر آغاز پر، انجام بھی ہے سامنے
ہم سے بہتر کون جانے ، کیا غلط کیا ٹھیک ہے
صبحِ عاشورہ گنے ہیں ہم نے حرؑ کے نقش پا
کربلا سے واقعی جنت بہت نزدیک ہے

قطعہ

انگلیوں پر جب غمِ شبّیر کے آنسوں لیئے
یوں لگا میں نے دُرِ نایاب جیسے چھو لیئے
میں نے دروازہ عزا خانے کا بس کھولا ہی تھا
آگئے جبریل باغِ خلد کی خوشبو لیئے

نوحہ

دن بھی کیا کیا دکھا گئی قسمت
شمع ارماں بجھا گئی قسمت

امّ گیا
بن کے بادل سی چھاگئی قسمت

اکبر میں
مثل برچھی سما گئی قسمت

سارے کے
خاک و خوں میں ملا گئی قسمت

لاش اکبرؑ اٹھاتے ہیں سرورؑ
ہائے کیا دن دکھا گئی قسمت

لاش اکبرؑ پہ ہائے سرورؑ کو
خوں کے آنسو رلاگئی قسمت

دیکھ کر نوجوان کی میّت
خود بھی آنسو بہا گئی قسمت

عمر آئی تھی دولہا بننے کی
خوں کا سہرا پنہا گئی قسمت

باپ کا دل جوان کی میت
ہر طرح آزما گئی قسمت

بعد اکبرؑ حسینؑ کو تنویرؔ
بے سہارا بنا گئی قسمت

نوحہ

علی اصغرؑ، علی اصغرؑ، علی اصغرؑ، علی اصغرؑ
کہا بانو نے یہ روکر، علی اصغرؑ علی اصغرؑ

تمہیں میں لوریاں دے دے کے، جھولے میں سلاتی تھی
لحد میں سوئے ہو کیونکر ، علی اصغرؑ علی اصغرؑ

ہماری گود بھی خالی ہے اور سنسان ہے جھولا
چلے آؤ مرے دلبر ، علی اصغرؑ علی اصغرؑ

عجب رہ رہ کے دل میں درد اٹھتا ہے مرے بیٹا
تڑپتی ہے تری مادر ، علی اصغرؑ علی اصغرؑ

لکھا صغریٰ نے اب تو گھٹنوں چلنے لگے ہو گے
جواب اب دوں گی کیا جاکر، علی اصغرؑ علی اصغرؑ

مجھے معلوم ہے ، پانی کی خاطر ہو خفا مجھ سے
مناؤں اب تمہیں کیوں کر ، علی اصغرؑ علی اصغرؑ

تمہارے بعد ظالم نے رسن بستہ کیا مجھ کو
پھراتے ہیں مجھے در در ، علی اصغرؑ علی اصغرؑ

فغاں بانوؔ یہی کرتی رہی تنویرؔ خیمے سے
کہاں ہو اے علی اصغرؑ ، علی اصغرؑ علی اصغر

نوحہ

آؤ اے مرے بیٹا ، شیر خوار خیمے میں
پھر رہی ہے ماں تیری ، بے قرار خیمے میں

دیر ہوگئی اصغرؑ، پانی مل چکا ہوگا
آؤ کر رہی ہوں میں ، انتظار خیمے میں

ماں کو کیا خبر بیٹا ، خوں سے ہو چکا سیراب
اب کبھی نہ پلٹے گا ، گلعذار خیمے میں

رن میں حلق اصغرؑ پر ، تیر جب لگا ہوگا
ماں کا دل ہوا ہوگا ، بے قرار خیمے میں

کوئی ماں ہی سمجھے گی ، ماں کی مامتا کیا ہے
کیوں ربابؑ بیٹھی ہیں ، اشک بار خیمے میں

آ رہے ہیں کیا اصغرؑ، کچھ جواب دو کوئی
پوچھتی ہے اک اک سے ، بار بار خیمے میں

کاش گود میں میری ، تم پلٹ کے آجاتے
سینے سے لگا کر ماں ، کرتی پیار خیمے میں

میّت علی اصغرؑ، در تلک تو لے آئے
جائیں کس طرح سرورؑ ، شرمسار خیمے میں

کہہ کے کیا تسلی دیں ، اب ربابؑ کو آخر
بیبیاں تڑپتی ہیں ، بے قرار خیمے میں

تیرے بعد یوں اصغرؑ، موسمِ خزاں آیا
لوٹ کر نہ آپائی ، پھر بہار خیمے میں

دفن کرکے بچّہ کو بولے شاہِ دیں تنویرؔ
بول کیا کہوں جاکر ذوالفقار خیمے میں

نوحہ

شام ڈھلنے لگی ہے آجاؤ ماں صدا دے رہی ہے آجاؤ

آؤ اصغرؑ یہ ماں ترے صدقے کیسی ناراضگی ہے آجاؤ

ہر طرف ہے بلا کا سنّاٹا کس قدر تیرگی ہے آجاؤ

اب تو رونے کی بھی نہیں قوّت میرے دم پر بنی ہے آجاؤ

ماں یہ حسرت بھری نگاہوں سے ہر طرف دیکھتی ہے آجاؤ

کیسے مقتل میں نیند آئے گی ہاں ابھی کمسنی ہے آجاؤ

لوریاں دے کے میں سلادوں گی ماں یہ در پر کھڑی ہے آجاؤ

خالی جھولے سے کہہ رہی ہے ربابؑ کیا خطا ہوگئی ہے آجاؤ

ماں کی آنکھوں کا نور جاتا ہے غش پہ غش کھا رہی ہے آجاؤ

خالی جھولا جھلا کے یہ مادر دل کو بہلا رہی ہے آجاؤ

ایک ماں کے یہ بین تھے تنویرؔ
گود خالی مری ہے آجاؤ

نوحہ

عباسؑ سے یہ کہنے لگیں زینب مضطر، یہ مجھ کو یقیں ہے
مرنے کو چلے تم مری چھن جائے گی چادر، یہ مجھ کو یقیں ہے

جو جاگتی رہتی تھیں ترے خوف سے بھیّا، وہ سوئیں گی آنکھیں
اب مجھ کو مگر ہوگا نہ آرام میسر، یہ مجھ کو یقیں ہے

بھیّا تری زینبؑ کو بہت ناز تھا تجھ پر، ڈھارس تھی حرم کو
شانوں میں رسن اب مرے باندھے گے ستمگر، یہ مجھ کو یقیں ہے

جو بھی گیا مقتل سے وہ واپس نہیں آیا، آؤ گے نہ تم بھی
چل جائے گا ماں جائے کے اب حلق پہ خنجر، یہ مجھ کو یقیں ہے

بھیّا مرے پردے کے محافظ تو تمھیں تھے، جب تم ہی نہیں ہو
در در مجھے لے جائیں گے اعدا یہ کھلے سر، یہ مجھ کو یقیں ہے

ششماہے کو پانی تو پلائیں گے نہ ظالم، پیاسہ ہی مرے گا
بس تیرِ ستم ہوئے گا اور گردن اصغرؑ، یہ مجھ کو یقیں ہے

دامن ترے کرتے کا جلائیں گے یہ ظالم، ماریں گے طمانچے
کانوں سے سکینہؑ ترے چھن جائیں گے گوہر، یہ مجھ کو یقیں ہے

خیموں میں مرے آگ لگادیں گے یہ ظالم، جل جائیں گے خیمے
بھیّا مرے بیمار کا جل جائے گا بستر، یہ مجھ کو یقیں ہے

اے بی بیو! چھن سکتی ہیں اب سر سے ردائیں، مجبور ہے زینبؑ
باقی نہ رہا اب مرا عباسؑ دلاور ، یہ مجھ کو یقیں ہے

عباسؑ کے لاشے پہ فغاں کرتی تھیں زینبؑ، تنویرؔ تڑپ کر
ڈھائیں گے مظالم مرے بچوں پہ ستمگر، یہ مجھ کو یقیں ہے

نوحہ

سکینہؑ چچا سے یہ کرتی ہے شکوا، میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے
یہاں تک کہ ہوتا رہا قتل بابا، میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

کبھی تم خفا مجھ سے ہوتے نہیں تھے، مرے اک اشارہ پہ آجاتے تھے تم
بس اتنا بتادو کہ تھا ماجرا کیا ، میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

بھتیجی سے اپنی بہت تھی محبت، یہ وقت مصیبت مدد کو نہ آئے
بہت تم پہ عمو تھا مجھ کو بھروسا، میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

میں بچپن خیمے میں سہمی کھڑی تھی، مرے چھینے جاتے رہے گوشوارے
ستمگر لگاتے رہے تازیانا میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

لگادی گئی آگ خیموں میں میرے، مری سمت شعلے بڑھے آرہے تھے
چچا میرا جلنے لگا تھا یہ کرتا، میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

قیامت کا ایسا بھی اک وقت آیا، کہ سر سے لعینوں نے چادر بھی چھینی
مری مائیں پھوپھیاں ہوئیں سر برہنا، میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

یتیمی میں شفقت کے بدلے ملا کیا، لگے تازیانے طمانچے بھی کھائے
نکلتا رہا خواہشوں کا جنازا، میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

عجب بے کسی کا وہ عالم تھا عمّو، رسن بستہ اہلِ حرم ہو رہے تھے
گلا میرا رسی میں جکڑا ہوا تھا، میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

گراں طوق و زنجیر و بیڑی پنہا کر، پھراتے ہیں بیمار بھائی کو دردر
تھا دشوار بستر سے بھی جس کا اٹھنا، میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

وہ شام غریباں وہ سنسان جنگل، غریبوں کا لیکن نہ تھا کوئی وارث
پھوپھی میری ایسے میں دیتی تھی پہرا، میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

نگاہیں جمی تھیں مری سوئے دریا، ستم پر ستم ڈھا رہے تھے ستمگر
محبت کا تھا کیا یہی بس تقاضا، میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

لعینوں کے مجمع میں تھا حکم ظالم، کہ بے مقنع و بے ردا لے کے آؤ
وہ دربار میں شام کے میرا جانا، میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

کنیزی میں اپنی طلب کر رہا تھا، لعیں مجھ کو لاچار و بے کس سمجھ کر
بصد یاس تکتی رہی سوئے دریا، میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

فغاں سن کے تنویرؔ غازی کا لاشہ، لرز جاتا ہوگا تڑپ جاتا ہوگا
یہ جب کہتی ہوگی تڑپ کر سکینہؑ میں آواز دیتی رہی تم نہ آئے

نوحہ

معصوم سکینہؑ کا تھا نوحا مرے بابا
ہے آپ کی اب لاڈلی، تنہا مرے بابا

جو مجھ پہ مصائب ہوئے کیا ہوں گے کسی پر
اب کیا کروں میں آپ سے شکوا مرے بابا

تم آ نہ سکو تو مرے عمّو کو بلا دو
اب کھایا نہیں جاتا طمانچا مرے بابا

سب مجھ سے خفا ہوگئے واپس نہیں آئے
ہے کون مرا چاہنے والا مرے بابا

اب بھول سے بھی پیاس کا شکوہ نہ کروں گی
عمّو سے بتا دیجئے اتنا مرے بابا

عمو جو مرے ہوتے، نہ چھنتے مرے گوہر
دامن مرے کرتے کا، نہ جلتا مرے بابا

مرنے کے لئے تم بھی اگر جاتے ہو جاؤ
واپس مجھے لوٹا دو مدینا مرے بابا

روتی ہوں تو لگتے ہیں مری پشت پہ درّے
رونے بھی کوئی اب نہیں دیتا مرے بابا

اس چھوٹے سے سن میں، یہ مصائب یہ اذیّت
ہر غم، مری قسمت میں ہی کیا تھا مرے بابا

زندان میں تنویرؔ بپا ہوگیا محشر
جس وقت سکینہؑ نے کہا تھا، مرے بابا

نوحہ

تڑپ کر سکینہؑ یہ کرتی تھی نوحا، تم اس وقت عمو بہت یاد آئے
مرا بابا گھوڑے سے جب گر رہا تھا، تم اس وقت عمو بہت یاد آئے

مرے بھیا اصغرؑ کو جلتی زمیں پر، لٹا کر مرا بابا سر کو جھکائے
جب اعدا سے پانی طلب کر رہا تھا، تم اس وقت عمو بہت یاد آئے

فغاں میری کوئی نہیں سن رہا تھا، کھڑی در پہ خیمے کے میں رو رہی تھی
تہہ تیغ بابا کا میرے گلا تھا، تم اس وقت عمو بہت یاد آئے

پنہائے تھے بابا نے جو مجھ کو گوہر، لعیں چھین کر اس طرح لے گئے تھے
مرے کان زخمی تھے خوں بہہ رہا تھا، تم اس وقت عمو بہت یاد آئے

ستمگر لئے اپنے ہاتھوں میں مشعل، جلانے خیام آ رہے تھے ہمارے
مدد کو ہماری نہ جب کوئی آیا، تم اس وقت عمو بہت یاد آئے

مری ماؤں پھپھیوں کو بے پردہ کرکے، رسَن بستہ قیدی کی صورت میں سب کو
پھراتے تھے جس وقت در در یہ اعدا، تم اس وقت عمو بہت یاد آئے

وہ بھائی جو بیمار غش میں پڑا تھا، اسے ہائے بیڑی میں جکڑا اعدو نے
کسی کو بھی اس پر ترس جب نہ آیا، تم اس وقت عمو بہت یاد آئے

کسی میں نہ تھی اتنی جرأت کہ مجھ کو، چچا آپ کے ہوتے انگلی لگاتا
مگر آج جب لگ رہا تھا طمانچا، تم اس وقت عمو بہت یاد آئے

لعیں نے بلایا تھا دربار میں جب، نہ کیوں آسماں گر پڑا تھا زمیں پر
ہم اہلِ حرم جب بنے تھے تماشا، تم اس وقت عمو بہت یاد آئے

مرے باپ کا تشت میں سر رکھا تھا، لعیں بولا آغوش میں تم بلا لو
عجب وقت تھا وہ مرے امتحاں کا، تم اس وقت عمو بہت یاد آئے

کوئی پوچھے تنویرؔ زینبؑ کے دل سے، کہ کیا کہہ کے بچی کو سمجھاتی ہوں گی
بلک کر یہ جب کہتی ہو گی سکینہؑ، تم اس وقت عمو بہت یاد آئے

نوحہ

روکے مادر نے کہا ، بیٹا سکینہؑ مرگئی
عابدِ مضطرؑ کروں میں کیا ، سکینہؑ مرگئی

اک مصائب کا نیا سر پر مرے ٹوٹا پہاڑ
چھوڑ کر زندان کی دنیا ، سکینہؑ مرگئی

دیکھنا یہ دن نہ پڑتا ہم کو آجاتی جو موت
ہائے رے تقدیر کا لکھّا سکینہؑ مرگئی

سیدِ سجّادؑ کے لاشِ سکینہؑ پر تھے بین
کرکے اپنے بھائی کو تنہا ، سکینہؑ مرگئی

ماں تڑپ کر بولی اصغرؑ کربلا میں چھٹ گئے
شام میں آکر مری ، دکھیا سکینہؑ مرگئی

ہائے رے غربت، کفن بھی دے نہیں سکتا ہوں میں
کس طرح سے دفن ہو لاشا سکینہؑ مرگئی

دفن کرکے لاش کو عابدؑ نے یہ روکر کہا
بے کفن دامن جلا کرتا ، سکینہؑ مرگئی

قبر پر تنویرؔ یہ فریاد کرتی تھیں ربابؑ
ہوگئی سونی مری دنیا ، سکینہؑ مرگئی

نوحہ

بعدِ شہؑ نوحہ ہے سکینہؑ کا، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے
کون ہے میرا چاہنے والا، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے

یہ یتیمی نہ میرے سر آتی ، مجھ پہ اتنے ستم نہیں ہوتے
ہوتے عموا گر مرے زندا، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے

بدنصیبی اِسے مری کہیئے، میں نے کیوں پانی لینے بھیجا تھا
ہاں چچا سے بہت ہوں شرمندا، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے

مجھ کو معلوم یہ اگر ہوتا ، میرے عمو نہ واپس آئیں گے
پیاس کا ان سے کرتی کیوں شکوا، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے

میرے عمو کے اک نہ ہونے سے، کتنی آزاد ہوگئی دنیا
میرے بابا کو قتل کرڈالا، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے

اپنے ارماں نکال لو لوگو! ہر ستم اب گوارہ ہے مجھ کو
میری ویران ہوگئی دنیا، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے

چھین لو تم گہر بھی کانوں سے، اور طمانچے بھی مار لو مجھ کو
کوئی وارث ہی جب نہیں اپنا ، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے

قتل اصغرؑ مرا ہوا پیاسہ ، اُس کو پانی دیا نہ اعدا نے
پیاس کا اپنی ذکر کیا کرنا، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے

سارے رشتوں کا خون مقتل میں، اپنی آنکھوں سے ہوتے دیکھا ہے
بس مصائب سے ہے مرا رشتا، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے

نیلے رخسار ہیں طمانچوں سے، پشت زخمی ہے تازیانوں سے
ہے بدن پر جلا ہوا کرتا، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے

سر برہنہ تھے میرے اہل حرم، اور تماشائیوں کا مجمع تھا
غم رہے گا یہ عمر بھر تازا، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے

کس سے فریاد کرنے جاؤں میں، کس سے شکوہ کروں یتیمی کا
میری قسمت میں تھا یہی لکھا، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے

سن کے تنویرؔ نوحہ بچی کا، دل پہ کیا گذری ہوگی زینبؑ کے
بے بسی میں یہ جب کہا ہوگا، میں ہوں اور میری اب یتیمی ہے

نوحہ

سکینہ کرتی تھیں نوحا ، نہ جی سکوں گی میں
نہ تم جو آؤ گے بابا ، نہ جی سکوں گی میں

ستم گروں کا ستم کرتے دل نہیں بھرتا
اذیتوں کا مسلسل ہے سلسلہ بابا
ہے مجھ کو اب یہی لگتا نہ جی سکوں گی میں
سکینہؑ کرتی تھیں نوحا ، نہ جی سکوں گی میں

نظر اٹھا کے جدھر دیکھتی ہوں ویرانہ
ہے اک عجیب سی وحشت ، عجیب سناٹا
نگاہوں میں ہے اندھیرا ، نہ جی سکوں گی میں
سکینہ کرتی تھیں نوحا ، نہ جی سکوں گی میں

سنا ہے چین سے مقتل میں سوتے ہو بابا
چہیتی بیٹی کو جنگل میں چھوڑ کے تنہا
کیا خیال نہ میرا ، نہ جی سکوں گی میں
سکینہؑ کرتی تھیں نوحا ، نہ جی سکوں گی میں

کروں گی پیاس کا شکوہ نہ اب میں عمّو سے
میں اپنی پیاس بجھالوں گی اپنے آنسو سے
بتادو عمّو سے بابا ، نہ جی سکوں گی میں
سکینہؑ کرتی تھیں نوحا ، نہ جی سکوں گی میں

ہے کل کی بات مرا گھر بھرا تھا اپنوں سے
اجڑتے دیکھا ہے اک دن میں اس کو آنکھوں سے
رہوں میں ایسے میں زندا ، نہ جی سکوں گی میں
سکینہؑ کرتی تھیں نوحہ نہ جی سکوں گی میں

ردائیں چھینی گئیں سر سے بے ردائی ہے
مدد کا وقت ہے مشکل کشاء! دہائی ہے
ہے در بدر مرا کنبا ، نہ جی سکوں گی میں
سکینہؑ کرتی تھیں نوحا ، نہ جی سکوں گی میں

گہر چھنے مرے کانوں سے خون جاری ہے
طمانچے کھانے سے رخسار میرا زخمی ہے
کروں میں کس سے یہ شکوا، نہ جی سکوں گی میں
سکینہ کرتی تھیں نوحا ، نہ جی سکوں گی میں

تڑپ کے سینہ و سر پیٹتے تھے اہلِ حرم
سکینہؑ کرتی تھیں تنویرؔ بین یہ جس دم
نہ جی سکوں گی میں بابا، نہ جی سکوں گی میں
سکینہؑ کرتی تھیں نوحہ نہ جی سکوں گی میں

قطعہ

ظلمتوں کا دیار چار طرف
اور گرد و غبار چار طرف
درمیاں شاہ کی ”نہیں“ کا قلعہ
بیعتوں کے مزار چار طرف

نوحہ

رو رو کے کہہ رہی تھیں سکینہؑ میں قید ہوں
مقتل میں تم تو سوتے ہو بابا ، میں قید ہوں

پہونچا دے کوئی اتنا وطن تک مرا پیام
سب اپنے قتل ہوگئے صغراؑ میں قید ہوں

آلِؑ نبیؐ پہ کیسی ، مصیبت کا وقت ہے
آزاد جب ہے سارا زمانا ، میں قید ہوں

عمّو کے ساتھ پانی کی حسرت بھی مرگئی
باقی رہی نہ کوئی تمنا میں قید ہوں

گردن میں ریسمان ہے درّے ، ہیں پشت پر
بھیگا مرا ہے خون میں کرتا میں قید ہوں

پھوپھیاں ہیں سر برہنہ ، مری مائیں بے ردا
چاروں طرف ہے مجمع اعدا میں قید ہوں

یہ کمسنی ، یہ عالم غربت، یہ بے کسی
میری سمٹ کے رہ گئی دنیا میں قید ہوں

دل پھٹ رہا ہے دیکھ کے بھائی کا حالِ زار
بیمار بھائی بیڑی میں جکڑا میں قید ہوں

تعظیم میری دور، یہ بے حرمتی مری
اندھیر کیسی ہوگئی دنیا میں قید ہوں

باندھا ہے اس طرح مجھے ناقے کی پشت سے
چلتا ہے ناقہ چھلتا ہے سینا میں قید ہوں

آئینہ بندی کوفہ و بازار شام میں
بے پردہ اس میں ہے مرا کنبا میں قید ہوں

عمو کے مرتے بڑھ گئیں اعدا کی ہمتیں
ورنہ مجھے یہ کہنا نہ پڑتا ، میں قید ہوں

تنویرؔ قید خانے میں بچّی کے بین تھے
عمّو مرے، میں قید ہوں ، بابا میں قید ہوں

نوحہ

سجادؑ بولے ، اٹھو سکینہؑ بہن چلو
آزاد ہوگیا مرا کنبا ، بہن چلو

ہوں گی نہ اب کسی بھی طرح کی اذیتیں
پھر سے نئی بسائیں گے دنیا بہن چلو

تم روز پوچھا کرتی تھیں، کب جائیں گے وطن
ہے آج سب کو قصد وطن کا بہن چلو

بابا اگر نہیں ہیں ، چچا بھی نہیں رہے
زندا تو ہے ابھی ترا بھیّا، بہن چلو

درّے لگائے گا نہ ستائے گا اب کوئی
مارے گا کوئی بھی نہ طمانچا بہن چلو

ہے طوق خاردار نہ بیڑی نہ ہتھکڑی
آزاد آج ہے ترا بھیا بہن چلو

اسباب سارا لوٹ کا واپس تو مل گیا
اصغرؑ کا صرف رہ گیا جھولا ، بہن چلو

بالوں سے منہ چھپانا پڑے گا نہ اب تمہیں
محمل پہ ہے پڑا ہوا پردا بہن چلو

پوچھے گا کوئی تم کو اگر، دوں گا کیا جواب
سب منتظر ہیں اہلِ مدینا ، بہن چلو

تم کو اکیلا چھوڑ کے، جاؤں تو کس طرح
تنہا محال ہے مرا جانا ، بہن چلو

غش کھا رہی ہے ماں،تو پھوپھی اشکبار ہے
جاگو، اٹھو اٹھو میری دکھیا بہن چلو

مجبور موت سے ہوں، صدا آئی قبر سے
مت بار بار یہ کہو بھیّا بہن چلو

تنویرؔ قید خانے میں کہرام مچ گیا
سجادؑ کا یہ سنتے ہی نوحا بہن چلو

نوحہ

رو کے زینبؑ نے پکارا، مرے بھیّا عباسؑ
لٹ رہی ہے مری دنیا، مرے بھیّا عباسؑ

کون سا ظلم ہے ایسا ، نہ ہوا جو ہم پر
تھا قیامت ترا مرنا، مرے بھیّا عباسؑ

وہ جو تم جیسے برادر کی چہیتی تھی بہن
آج کوئی نہیں اس کا، مرے بھیّا عباسؑ

تم سے وابستہ ہزاروں تھیں امیدیں میری
اب نہیں کوئی تمنا ، مرے بھیّا عباسؑ

کربلا آئی تھی تیرے ہی بھروسے پر میں
اب کروں کس پہ بھروسا، مرے بھیّا عباسؑ

ظالمو! سر سے ردا چھین لو، آزاد ہو تم
کاش ہوتے کہیں زندا، مرے بھیّا عباسؑ

خالی کوزے لئے ہاتھوں میں نظر دریا پر
در پہ بیٹھی ہے سکینہؑ، مرے بھیّا عباسؑ

جب سکینہؑ کے لگاتے ہیں طمانچے ظالم
دیکھتی ہے سوئے دریا، مرے بھیّا عباسؑ

کوفہ و شام کے دربار میں بے پردہ اسیر
اب تو میں ہوں مرا کنبا، مرے بھیّا عباسؑ

آبلے پاؤں میں، پرخار سفر، طوق گراں
اور بیمار بھتیجا مرے بھیّا عباسؑ

ہم ترے بعد ستم سوچ کے یہ سہتے رہے
کون ہے چاہنے والا مرے بھیّا عباسؑ

بین زینبؑ کے تھے تنویرؔ یہ بعدِ عباسؑ
میرے بھیّا، مرے بھیّا، مرے بھیّا عباسؑ

نوحہ

یہ کہتی تھیں زینبؑ ہو کہاں، اے مرے بھیّا
مجھ کو بھی بلا لو ہو جہاں، اے مرے بھیّا

ظالم مجھے اب چین سے جینے نہیں دیتے
دشوار ہے جینا بھی یہاں ، اے مرے بھیّا

عابدؑ کے سوا کوئی بھی مردوں میں نہیں ہے
ہے کوئی نہ اب پیروجواں ، اے مرے بھیّا

خیموں سے نکل جائیں، کہ مرجائیں اسی میں
ہر سمت سے اٹھتا ہے دھواں، اے مرے بھیّا

اسباب لٹا گود بھی ویراں ہوئی میری
اب لٹ کے بہن جائے کہاں، اے مرے بھیّا

جب سامنے جھولے پہ نظر جائے گی ماں کی
اصغرؑ کو کہاں پائے گی ماں ، اے مرے بھیّا

خیمے بھی جلے ، گھر بھی لٹا ، تم نہیں آئے
اب جاؤں بچھڑ کر میں کہاں، اے مرے بھیّا

مارے ہیں سکینہؑ کے ، لعینوں نے طمانچے
رخسار پہ اب تک ہیں نشاں، اے مرے بھیّا

اب کون سنے گا مری فریاد و فغاں کو
تنویرؔ تھی زینبؑ کی فغاں ، اے مرے بھیّا

نوحہ

ماں بولی تڑپ کر مرے بیٹا مرے قاسمؑ
اے لال مری گود میں آجا مرے قاسمؑ

مرنے کی مرے عمر تھی تم مرگئے بیٹا
تم تو سوئے فردوس سفر کرگئے بیٹا
کیا گذرے گی ماں پر کبھی سوچا مرے قاسمؑ
ماں بولی تڑپ کر مرے بیٹا مرے قاسمؑ

ارماں تھا تری دھوم سے شادی میں کروں گی
پر ہائے رے قسمت تری شادی ہوئی ایسی
چہرا بھی دلہن کا نہیں دیکھا مرے قاسمؑ
ماں بولی تڑپ کر مرے بیٹا مرے قاسمؑ

میں ماں ہوں ، ضعیفی ہے ، گذر جائے گی میری
کیا کہہ کے میں سمجھاؤں مگر ، زوجہ کو تیری
ہے غش میں پڑی فاطمہؑ کبرا ، مرے قاسمؑ
ماں بولی تڑپ کر مرے بیٹا مرے قاسمؑ

چن چن کے تری لاش کو مقتل سے شہؑ دیں
لائے درِ خیمہ پہ بصد نالہ و غم گیں
اور چیخ کے روئے مرے بیٹا مرے قاسمؑ
ماں بولی تڑپ کر مرے بیٹا مرے قاسمؑ

ہر بی بی سے رو رو کے لپٹ جاتی ہے کبریٰ
سمجھاتی ہیں زینبؑ کبھی سمجھاتی ہیں لیلیٰ
کبریٰ کے مگر لب پہ ہے نوحا، مرے قاسمؑ
ماں بولی تڑپ کر مرے بیٹا مرے قاسمؑ

ہے چھایا ہوا آنکھوں میں اب میری اندھیرا
اب میرے مقدر میں نہ آئے گا سویرا
تم لے گئے قسمت کا اجالا مرے قاسمؑ
ماں بولی تڑپ کر مرے بیٹا مرے قاسمؑ

تنویرؔ درِ خیمہ پہ فرواؑ کی صدا تھی
اب دل میں کوئی حسرت و ارماں نہیں باقی
برباد مری ہوگئی دنیا مرے قاسمؑ
ماں بولی تڑپ کر مرے بیٹا مرے قاسمؑ

نوحہ

یاد جب بھی علی اکبرؑ کی اسے آئے گی
اُمِّ لیلیٰؑ علی اکبرؑ کو کہاں پائے گی

کتنے ارمانوں سے ماں نے اسے پالا ہوگا
ماں نے سوچا بھی نہ ہوگا کبھی ایسا ہوگا
ماں سے پہلے ہی جواں لال کو موت آئے گی
یاد جب بھی علی اکبرؑ کی اسے آئے گی

خاک کے ڈھیر پہ بیٹھی ہوئی امّ لیلیٰ
رو رو فریاد یہی کرتی ہے میرے بیٹا
کس کے الجھے ہوئے گیسو کو یہ سلجھائے گی
یاد جب بھی علی اکبرؑ کی اسے آئے گی

تم تو مرنے کی رضا مانگ رہے ہو اکبرؑ
تم کو مرنے کی رضا کیسے یہ دے دے مادر
کیا بھلا تیرے بنا، ماں تری جی پائے گی
یاد جب بھی علی اکبرؑ کی اسے آئے گی

بیاہ کا تیرے ، مرے دل میں بہت ارماں تھا
چاند سی ہوتی دولہن اور تو بنتا دولہا
عمر بھر اب یہی حسرت مجھے تڑپائے گی
یاد جب بھی علی اکبرؑ کی اسے آئے گی

تم سے زینبؑ کو مرے لال بہت ڈھارس تھی
جب تلک تم تھے ، مرے سر پہ یہ چادر بھی رہی
اب یقیں ہوگیا ، چادر بھی یہ چھن جائے گی
یاد جب بھی علی اکبرؑ کی اسے آئے گی

جب وطن جاؤں گی پوچھے گی جو صغری مجھ
سے
کیا خفا ہوگئے جو آئے نہ بھیّا میرے
کیسے مادر تری اس بہنا کو سمجھائے گی
یاد جب بھی علی اکبرؑ کی اسے آئے گی

بین کرتی رہی تنویرؔ یہ ام لیلی
اپنی آنکھوں سے جواں لال کا لاشہ دیکھا
مجھ پہ تقدیر مری ، کتنے ستم ڈھائے گی
یاد جب بھی علی اکبرؑ کی اسے آئے گی

نوحہ

زینبؑ کا گھر پلٹ کر آنا ، بھی کیا ہے آنا
آئی ہے پھر کے در در آنا بھی کیا ہے آنا

(۱)
اک وہ بھی دن تھا زینبؑ نکلی تھی جب وطن سے
حلقے میں سب لئے تھے ہاشمؑ کے ماہ پارے
ہے آج کیسا منظر آنا بھی کیا ہے آنا

(۲)
زینبؑ پہ کربلا میں کیا کچھ گذر گئی ہے
تصویرِ شام و کوفہ نظروں میں گھومتی ہے
سر سے لٹا کے چادر آنا بھی کیا ہے آنا

(۳)
کیا کیا لٹا کے زینبؑ آئی ہے کربلا سے
کیونکر بتائے زینبؑ اے نانا کے مدینے
کیا کیا ہیں داغ دل پر آنا بھی کیا ہے آنا

(۴)
مانجایہ دے رہا تھا ''ہل من'' کی جب صدائیں
خیمے کے در پہ زینبؑ کرتی رہی فغائیں
سنتے نہ تھے ستمگر ، آنا بھی کیا ہے آنا

(۵)

اجڑی ہوئی ہیں مانگیں ، ویران گودیاں ہیں
سارا بدن ہے زخمی ، دُرّوں کے بس نشاں ہیں
ہیں نیل بازؤں پر ، آنا بھی کیا ہے آنا

(۶)

بچوں کو اپنے زینبؑ اب تک نہ رو سکی ہے
بچوں کا دیکھا حجرا اک حوک سی اٹھی ہے
کہنے لگی تڑپ کر آنا ، بھی کیا ہے آنا

(۷)

پہونچا مدینے کنبہ کلثومؑ کا تھا نوحہ
آنا قبول میرا تو اے وطن نہ کرنا
اے روضۂ پیمبرؐ آنا بھی کیا ہے آنا

(۸)

تنویرؔ سیدہؑ کی یہ حال بیٹیوں کا
ام البنینؑ نے دیکھا چلائیں واحسیناؑ
غش آگیا یہ کہہ کر ، آنا بھی کیا ہے آنا

نوحہ

سکینہؑ کا تھا یہ نوحا میں اب کہاں جاؤں
رہا نہ کوئی بھی اپنا ، میں اب کہاں جاؤں

لعیں سکون سے رونے بھی اب نہیں دیتے
لگا ہے رونے پہ پہرا ، میں اب کہاں جاؤں

یہ کمسنی، یہ مصائب، یہ بیکسی میری
ترس کوئی نہیں کھاتا ، میں اب کہاں جاؤں

گہر چھنے ، مرے کانوں سے خون جاری ہے
بس آنکھوں میں ہے اندھیرا ، میں اب کہاں جاؤں

اسیر ہو کے سوئے شام جانے والی ہوں
مدد کو آیئے بابا میں اب کہاں جاؤں

ہمیشہ آپ کے سینے پہ سویا کرتی تھی
مجھے بتایئے تنہا میں اب کہاں جاؤں

کہا یہ قبر سکینہؑ پہ رو کے عابدؑ نے
یہاں سے بن ترے بہنا ، میں اب کہاں جاؤں

مدد کا وقت ہے ، عمّو مدد کو آجاؤ
فغاں کوئی نہیں سنتا ، میں اب کہاں جاؤں

نشاں طمانچوں کے رخ پر ہیں، پشت زخمی ہے
لہو میں ڈوبا ہے کرتا ، میں اب کہاں جاؤں

جگر سنبھالے ہوئے ماں، جب آئی قبر کے پاس
کہا اے میری سکینہؑ، میں اب کہاں جاؤں

رہا ہوئیں تو یہ زینبؑ کے بین تھے تنویرؔ
بغیر تیرے سکینہؑ ، میں اب کہاں جاؤں

بیان بشیر

از۔ام البنینؑ مادر عباسؑ علمدار

{منظوم روایت}

واپس پلٹ کے آیا مدینہ جو قافلہ — جا کر بشیر نے یہ خبر دی غضب ہوا
جو قافلہ گیا تھا مدینے سے کربلا — وہ مسجد نبیؐ میں پلٹ کر تو آ گیا
لیکن سناؤں قافلہ والوں کا حال کیا — اُمّ البنیں کے کانوں میں، پہنچی یہ جب صدا
بستر سے اٹھیں، ڈال کے وہ اپنے سر ردا — ہاتھوں میں تھامے پہونچیں وہ مسجد تلک عصا
دیکھا تو کچھ عجیب سا منظر وہاں کا تھا — اہلِ مدینہ جمع تھے ماتم تھا اک بپا
اک گوشہ میں کھڑی ہوئیں جا کر معظّمہ — گھبرا کے پوچھنے لگیں اک اک سے کیا ہوا
سب چپ رہے جواب کسی نے نہ جب دیا — چلائیں اے بشیر! ذرا تو مجھے بتا
ہے قافلہ کدھر، کہاں شہزادہ ہے مرا — چلانے کی بشیر نے جوں ہی سنی صدا
پوچھا کہ ہیں یہ کون بتاؤ معظّمہ — بولا کوئی ، کہ مادر عباسؑ ہیں بجا
اس نے جو نام مادر عباسؑ کا سنا — امّ البنین نے چیخ کے پھر اس سے یہ کہا
اب جلد حال مجھ کو بتا تو حسینؑ کا — اس نے کہا کہ کرب و بلا میں غضب ہوا

بیٹے تھے چار آپ کے کوئی نہیں بچا
عثمانؑ قتل آپ کا اے بی بی ہوگیا

بولیں تڑپ کے پوچھتی ہوں جو، وہ بس بتا
مجھ کو فقط ، حسینؑ کی کچھ خیریت بتا

عثمانؑ کی خبر پہ نہ جب غور کچھ کیا
حیرت میں تھا بشیر، کہ یہ ماجرا ہے کیا

احساس تک نہ بیٹے کے مرنے کا کچھ ہوا
کرنے لگا شہادتِ جعفرؑ کا تذکرہ

اس پر بھی غور کچھ نہ ضعیفہ نے جب کیا
کہنے لگا کہ قتل محمدؑ بھی ہوگیا

ام البنینؑ کا ایک ہی اس سے سوال تھا
مجھ کو، مرے حسینؑ کا کچھ حال بس بتا

اور اب جو تین بیٹوں کا وہ نام لے چکا
بے ساختہ بشیر یہ رو رو کے کہہ اٹھا

بی بی! جگر کو ہاتھوں سے اب تھام لو ذرا
پھر ذکر جب شہادتِ عباسؑ کا کیا

بی بی سے اب رہا نہ گیا چیخ کر کہا
کیا پوچھتی ہوں میں، مری سنتا نہیں ہے کیا؟

سر پیٹ کر بشیر نے تب اپنا یہ کہا
بی بی! حسینؑ قتل ہوئے وا مصیبتا

کہتے ہی یہ بشیر کے محشر بپا ہوا
ام البنینؑ زمیں پہ گریں، اور غش آ گیا

تنویر غش سے چوکیں تو سر پیٹ کر کہا
اے لال، شاہزادے مرے میرے مہ لقا!

"مظلومِ نینوا اے شہیدِ بکربلا"

{اتحاد}

اک ساز ہے ، ترانہ ہے نغما ہے اتحاد
تفریق کے بھنور میں، سفینا ہے اتحاد

قرآن حکم دیتا ہے ہم متحد رہیں
اور سیرتِ نبیؐ کا نمونا ہے اتحاد

سلمان اہل بیت ہیں ، قولِ رسولؐ ہے
واللہ کتنا اشرف و اعلا ہے اتحاد

مفسد کوئی حسینی ہو ، ممکن نہیں کبھی
اہلِ عزائے شاہؑ کا نعرا ہے اتحاد

زانو پہ شہؑ کے جونؑ کا سر کربلا میں ہے
اے ناشناس! دیکھ، یہ ہوتا ہے اتحاد

بازی گری سے لفظوں کی ، کچھ فائدہ نہیں
تفریق ہے اندھیرا ، اجالا ہے اتحاد

دنیائے انقلاب کی تاریخ ہے گواہ
قرآں اماں کا، امن کا کعبا ہے اتحاد

آدمؑ سے لے کے خاتمِ پیغمبرانؐ تلک
کل انبیاؑء کا ، ایک وظیفا ہے ، اتحاد

صد حیف ، اک مسلماں کہا جائے شر پسند
اسلام جب کہ چیختا پھرتا ہے اتحاد

آواز کب ہے قائدِ ملت مدظلہٗ کی صرف ہے
ہر باشعور شخص کا نعرا ہے اتحاد

کچھ نسل میں ضرور کوئی نقص ان کے ہے
تنویرؔ جن کے دل میں کھٹکتا ہے اتحاد

تاریخ اشاعت زیب ادب ۱۴۳۰ھ   **جام مودت بنام 'آسرا' از تنویرؔ نگروری** ۲۰۰۹ء

تنویرؔ وہ ادب کا خطیبانہ آسرا   جام مودت بنام 'آسرا' از تنویز نگروری
تنویرؔ وہ اودھ کی وراثت کا آئینہ   'تہذیب' خوشکلامی کا شائستہ آسرا
تنویرؔ وہ جو پا گیا تائید مصطفیٰؐ   اور اہلبیتؑ پاک کا پاکیزہ آسرا
تنویرؔ وہ 'ندیم' بیاں، 'نیر' ہنر   وہ جس نے دے دیا کہیں 'کامل' سا آسرا
تنویرؔ نے نکالا ہے یوں اپنا آسرا
ذوقِ سخن نے پا لیا کیا تازہ آسرا
تنویرؔ کا خیال ہے نگرور کی ضیا   روشن یونہی نہیں ہے تخیل کا آسرا
امید قدر دانی ہے اہل شعور سے   شاعر کی محنتوں نے سجا ڈالا آسرا
احساس وقت کہہ بھی گیا اپنے طور سے
تنویرؔ کو خوشی بھی ہوئی نکلا آسرا
۹ ۰ ۰ ۲ ء

'آسرا' نکلا جو تنویرؔ ہیں خوش
۲۰۰۹ء

(م۔ر۔ عابد)

آسرا

’آسرا‘ نکلا جو تنویرؔ ہیں خوش

سنہ ۲۰۰۹ء

(م۔ر۔ عابد)